جدید مسائل کے شرعی احکام













مصنف

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، رئیس المصنفین

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد فیض احمد اُویسی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جدید مسائل کے شرعی احکام

از

شمس المصنفین ،فقیہ الوقت ،فیضِ ملّت ،مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی علیہ الرحمۃ القوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الصلوٰۃ و السلام علیك یارسول اللہ

سرکارﷺ کا نام مٹانے والوں کی شرعی سزا :

ســــوال: قرآن وحدیث سے ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کو مٹا دے اور اسلامی تعزیرات میں نامِ مقدس مٹانے والے کی کیا سزا ہے؟

جواب: الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہر منسوب شئے شعائر اللہ میں داخل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں معمولی تساہل کفر و ارتداد ہے۔اس بارے میں تعزیراتِ اسلامیہ (اسلامی سزاؤں) کی جزئیات ان گنت ہیں۔سلف وصالحین نے اس موضوع پر سینکڑوں تصانیف لکھیں اور فیصلہ فرمایا کہ اس بارے میں معمولی تساہل کرنے والے کی گردن اُڑا دی جائے کیونکہ وہ نہ صرف مرتد ہے بلکہ فتنہ پرداز ہے۔تعزیراتِ اسلامیہ کی صرف ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

شارحِ بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مواھب للدنیه مع زرقانی،جلد ۵،صفحہ ۳۱۵ میں ہے:

ان سبه ای شتمه او نتقصه بان وصفه بما یعد نقصاً عرفاً قتل بالاجماع [1]

یعنی بے شک وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں تنقیص کی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس چیز کی نسبت کی جس کو عرفِ عام اور عام محاورات میں تنقیص شمار کیا جاتا ہے) تو ایسے شخص کے متعلق اُمتِ مسلمہ کے تمام علماء کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی مٹانا بہت بڑی تنقیص ہے یہی شرع پاک کا حکم ہے یہی عرف کا تقاضا ہے کیونکہ پاکستان میں جناح واقبال کی تنقیص وتحقیر سے گستاخ و بےادب،گردن زدنی کا حکم پاتا ہے تو جس ذات پہ کروڑ ہا بڑی سے بڑی شخصیات کو قربان کیا جائے ان کے گستاخ اور بےادب کو کیوں معاف رکھا جائے؟ کاش ہمارے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب،المجلد ۵،کتاب فی المعجزات والخصائص،القسم الرابع،منھا ان من سبه تقتل،صفحہ ۳۱۵،مطبعۃ بالمطبعۃ الازھریۃ المصریۃ،الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھجری

ہاں حقیقی شرعی تعزیرات کا اجراء ہوتا تو ایسے گستاخ اور بے ادب اتنے نڈر و بے باک نہ ہوتے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللّٰہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ

جہاز کے سفر کے دوران احرام باندھنا:

سوال : جہاز کے سفر کے دوران احرام کیسے باندھا جائے؟

جواب: چونکہ (اسلام آباد، لاہور، ملتان یا کراچی سے ہوائی جہاز پر سوار ہوں تو) میقات راستہ میں پڑتا ہے اور جہاز میں اس (میقات) کا پتہ نہیں چلتا اسی لئے جہاز میں بیٹھنے سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے۔

اگر چہ ہمارا میقات یَلَمْلَمْ ہے لیکن ہوائی جہاز پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے اور کب آئے گا؟ اسی لئے ہوائی جہاز والوں کو گھر سے یا کراچی ایئرپورٹ سے احرام باندھ لینا چاہیے۔

بعض احرام کی نیت کر لیتے ہیں لیکن احرام کے کپڑے سامان میں چلے جاتے ہیں پھر وہ جدہ پہنچ کر احرام باندھتے ہیں اس طرح سے دَم لازم آ جاتا ہے اس کی صورت یوں ہے کہ احرام نہیں باندھا تو نیت یوں کر لے کہ میں جدہ جا رہا ہوں وہاں جا کر ہی عمرہ کا پروگرام بناوں گا اس طرح سے دَم لازم نہ ہوگا۔

بعض حضرات احرام باندھ لینے کے بعد گپ شپ یا فضول گفتگو میں وقت گزارتے ہیں چاہیے یہ کہ اب لبیک کی کثرت کی جائے یا کوئی اور ذکر ورد زبان ہو بالخصوص صلوٰۃ وسلام کثرت سے پڑھا جائے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللّٰہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

اُڑتے جہاز میں وضو:

سوال: اُڑتے ہوئے ہوائی جہاز میں وضو کیسے کریں اور اگر نماز کا وقت ہوجائے تو نماز کیسے پڑھیں؟

جواب: جہاز میں پانی کا تو انتظام ہوتا ہے مگر نل ایسے ہوتے ہیں جن کو دبانے سے پانی نکلتا ہے لہٰذا وضو میں کافی دشواری ہوتی ہے اس لئے یا تو کسی کا تعاون حاصل کریں تاکہ وہ نل کو دبائے اور آپ دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر آسانی سے وضو کرسکیں یا پھر سفر میں لوٹا اپنے ساتھ رکھیں۔

اُڑتے ہوئے جہاز میں اگر وقت جانے کا خطرہ ہے تو جس طرف قبلہ کا رُخ معلوم ہوسکے کھڑے ہوکر نماز پڑھ لیں پھر منزلِ مقصود تک پہنچنے کے بعد جہاز میں ادا کردہ نماز کی قضاء کریں اور اگر وقت نکل جانے کا خوف نہ ہو تو جہاز سے اُتر کر اطمینان اور تسلّی سے نماز پڑھیں۔

اور جہاز میں نہ سمت صحیح نہ استقرار اسی لئے وقت پر جہاز میں نماز پڑھ لی جائے پھر جہاز سے اُترنے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے۔مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "تحفة الاخیار فی السفر و اقطار" میں دیکھئے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالٰی ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی! سوال نامہ ڈنمارک سے موصول ہوا ہے اگر جواب عنایت فرمادیں تو ادارہ اس کرم پر مشکور ہوگا۔والسلام

نعیم احمد رضوی آفس سیکرٹری

ورلڈ اسلامک مشن پاکستان۔502-503(ریجنسی مال شاہراہ عراق صدر 7400۔کراچی 03)

عورت چار شادیاں کیوں نہیں کر سکتی؟

سوال: اسلام میں کثیر الازواجی (POLYGAMY) کی اجازت کیوں ہے اور (POLYANDRY) یعنی عورت کے

لئے بیک وقت زیادہ شادیاں کیوں منع ہیں؟ اگر مسئلہ اولاد کی شناخت کا ہے تو یہ خون کے ایک سادہ سے ٹیسٹ سے حل کیا جا سکتا ہے عورتیں بھی چار شادیوں کا مطالبہ کریں تو ان کو مطمئن کرنے کے کیا دلائل ہیں عورتوں میں انصاف رکھنے کا تصور ہی ہے یا عملی صورت بھی؟

جواب : بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم

اسلام کے نام لیواؤں اور اس کے عشاق کا کام ہے کہ جو شاہراہ حضور بانی اسلام ﷺ نے بتا دی ہے اس میں اپنی نجات سمجھیں اور بس عقل وفہم میں آئے یا نہیں۔ اس لئے کہ "عاشقانرا بدلیل چه "یعنی عاشقوں کو دلیل سے کیا کام۔ ہاں! اسلام کا مخالف اور دشمن اس نے تو ماننا ہی نہیں پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا کیا فائدہ۔ البتہ خالی الذہن شخص اچھی بات سن کر اس کی اچھائی قبول کرنے میں اپنی عافیت سمجھتا ہے اس کے لئے ہم بھی اپنی استعداد کے مطابق افہام و تفہیم (سمجھانے) کی جدوجہد کرتے ہیں ورنہ نظامِ اسلام کا ہر شعبہ ہمارے وہم وفہم سے بالاتر ہے۔ فقیر آپ کے سوالات کے مختصر جوابات بھیج رہا ہے خدا کرے بجاه حبيبه الكريم ﷺ فقیر کی محنت رنگ لائے۔

کثـرتِ ازواج: یہ تو اسلام کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ مذہبِ اسلام ایک نہایت ہی ستھرا و پاکیزہ دین ہے جو بے حیائی اور بُری باتوں کا سخت مخالف ہے ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ ؕ (پارہ ۸، سورہ الاعراف، آیت ۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

اور ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡكَرِ (پارہ ۲۱، سورہ العنکبوت، آیت ۴۵)

ترجمہ: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کو جو حرام فرمایا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ نسب محفوظ رہ سکے ورنہ پتہ ہی نہ چل سکے گا کہ بچہ کس کا ہے اور ابوت (باپ ہونے) کی نسبت کس کی طرف کی جائے اور کس کی طرف نہیں؟ اگر ایک عورت سے متعدد مردوں کا نکاح جائز ہوسکتا تو وہی قباحت یہاں بھی ہوتی نیتجتاً یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اور انسان کے لئے سب سے بڑی بے عزتی یہی ہے کہ وہ ولدحرام کہلائے۔ اسلام کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انسان کو ایسی بڑی ذلت سے بچایا۔

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کچھ عورتوں نے اتفاق کرکے چار چرب زبان (شیریں زبان) عورتوں کو اپنا نمائندہ منتخب کیا کہ وہ جا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کریں کہ امیر المومنین! جب ایک وقت میں ایک مرد چار عورتیں رکھ سکتا ہے تو ایک عورت چار مرد کیوں نہیں رکھ سکتی؟ اسلام ایک عادل مذہب ہے کیا یہ عورتوں پر ظلم نہیں

کرتا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی شرارت کو بھانپ لیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبانی کلامی جواب دینے کے بجائے ایک صاف شیشی منگوائی اور چاروں عورتوں کو الگ الگ پانی دے کر فرمایا اپنا اپنا پانی اس میں ڈالو۔ جب وہ تعمیلِ ارشاد کر چکیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنا اپنا پانی پہچانو! اُنہوں نے اچنبھے (حیرانگی) سے کہا یا امیر المومنین! پانی کی ہیئت تو ایک ہی طرح ہے اور اس کی ماہیت بھی ایک تو اس کا پہچاننا کیوں کر ممکن ہوگا؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس یہیں ٹھہر جاو۔ مادہ منویہ کی ہیئت بھی ایک ہی طرح کی ہوتی ہے اور اس کی ماہیت بھی ایک ایسا نہیں کہ کالے مرد کا مادہ تولید کالا اور گورے مرد کا مادہ سفید ہو تو جس طرح ایک شیشی میں اپنے اپنے پانیوں کی شناخت کرنا محال ہے اسی طرح جب ایک رحم کے اندر متعدد آدمیوں کی منی جمع ہوگی جس سے استقرارِ حمل (حمل قائم) ہوگا پھر جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کی پہچان بھی ناممکن اور اس کی نسبت کا تعین محال ہو جائے گا بات معقول تھی سب عورتوں کی سمجھ میں آ گئی اور وہ خوش خوش لوٹ گئیں۔

ازالہ وھم: یہ تصور کہ اگر مسئلہ اولاد کی شناخت کا ہے اور یہ تو خون کے ایک سادہ سے ٹیسٹ سے حل کیا جا سکتا ہے؟ یہ بھی غلط ہے کہ یہ عارضی بھی ہے اور ہمہ گیر بھی نہیں اس لئے کہ اس سے تو قیافہ (ایک علم جس میں خدوخال اور علامات سے شی کو پہچان لیتے ہیں) مضبوط اور دائمی ہونے کے علاوہ ہمہ گیر بھی ہے کہ قیافہ دان ہر دور اور ہر جگہ مل جاتے ہیں۔ اس میں نہ علم کی ضرورت اور نہ ہی دنیاوی دولت خرچ کرنی پڑے لیکن اسلام نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو ٹیسٹ غریب کو کون پوچھے؟ جب کہ عارضی ہے بایں معنی کہ عمر اور صحت و مرض اور اوقات اور علاقہ جات اور غذا و ہوا سے اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے علاوہ ازیں ٹیسٹ کا دور اب شروع ہوا ہے وہ بھی پڑھے لکھے لوگوں میں اور وہ بھی بہت زیادہ تعلیم کے بعد کسی قسمت والے کو کچھ سمجھ میں آ جائے تو ورنہ اکثر ایسی تعلیم پر جائیداد لٹانے کے باوجود اسی طرح کورے کورے اور اسلام کی تعلیمات ہمہ گیر ہونے کے علاوہ عارضی نہیں دائمی، علاقائی نہیں ہر جائی ہیں کہ ہر زمان و مکان اور ہر ایک امیر و غریب کو کام آ سکیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ (پارہ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اور شادی کا اصل مقصد اولاد ہے اور پھر اس کی عزت و وقار اور بھی زیادہ اہم ہے اور اس کا تحفظ جتنا مضبوط طریقے سے اسلام نے فرمایا ہے اس کے علاوہ اور کسی دین میں نہ ملے گا اس کے علاوہ بھی فقیر مزید دلائل قائم کر سکتا ہے اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق اپنی تصنیف "کثرۃ الازواج" میں لکھ دی ہے۔

فقط عندی ھذا لجواب و اللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سوال: نجدیوں کے مقرر کردہ موذن جس طرز و انداز پر اذانیں دیتے ہیں کیا ان موذنوں کی سُر تال پر ادا کردہ اذانیں اہلسنّت کے آئمہ عظام کو جائز ہیں؟ فقیر نے ان موذنوں سے عرض کیا کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [1] ﴿یعنی جو جس قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ اُن ہی میں سے ہے۔﴾ اگر ہم سعودی موذنوں کی طرز پر اذانیں دیں گے تو ہم انہی میں سے شمار ہوں گے۔ از راہ نوازش فرمائیں کہ سعودی موذنوں کی طرز اور سُر تال پر اذانیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو ہم کس عقوبت (عذاب) کے سزاوار ہوں گے؟

(عبدالنبی النور، عبدالکریم معذور، ساکن کہروڑ پکا وارڈ نمبر 2 ضلع لودھراں)

جواب: وہ سُر تال جس میں حروف میں زیادتی اور نقصان پیدا ہو جائے کہ اس سے معنی میں تبدیلی ہونا جائز ہے ورنہ جائز۔ تشبہ وہ ناجائز ہے جو کہ کسی گروہ کا خاص شعائر ہو جبکہ اذان عربی نجدیوں کا شعار نہیں بلکہ تمام عرب اسی طرح اذان پڑھتے چلے آرہے ہیں یہاں تک کہ اب کے موذن سے پہلے بخاری صاحب موذن کو اذان سے اسی لہجہ کی وجہ سے ہٹایا اسی لئے یہ نجدیوں کا شعار نہیں عربوں کا ہے اگر کسی علاقہ میں گمراہی کا خطرہ ہو کہ عوام صرف اور صرف اسی لہجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں تو ایسے مخصوص علاقہ کے موذنین کو احتراز لازمی ہے ورنہ جس قدر لوگ صرف اور صرف اسی وجہ سے گمراہ ہوں گے اس کا گناہ اسی موذن پر ہوگا۔

فقط عندی هذا لجواب و اللّٰہ تعالٰی و رسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما قیل فی الرماح، المجلد ۱، الصفحة ۴۰۸، قدیمی کتب خانہ کراچی
مسند احمد بن حنبل، عن عبداللہ بن عمر، المجلد ۲، الصفحة ۹۲۔۵۰، المکتب الاسلامی بیروت
سنن ابی داؤد، کتاب اللباس باب لبس الشهرة، المجلد ۲، الصفحة ۲۰۳، آفتاب عالم پریس لاہور
المعجم الاوسط، حدیث ۸۳۲۳، المجلد ۹، الصفحة ۱۵۱، مکتبۃ المعارف ریاض

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سوال: ٹیلی ویژن، وڈیو دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں لہو ولعب کے علاوہ فحش تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں اگر کوئی صرف اسلامی اُمور کو دیکھنے کا بہانہ بناتا ہے تو وہ بھی غلط ہے اس لئے کہ جو آلہ لہو ولعب کا ہو اس سے کسی اسلامی امر کا بہانہ بنانا صحیح نہیں ہے اس لئے فلم حج کا دیکھنا بھی ممنوع قرار دیا گیا اس لئے کہ فلم آلہ لہو ولعب ہے تو پھر اس پر حج کے بہانے کیسے؟ ایسے ہی ٹیلی ویژن وڈیو عموماً لہو ولعب اور فحش وغیرہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اس اعتبار سے انہیں دیکھنا ممنوع ہے اور تصاویر وغیرہ جب شرعاً ممنوع ہیں تو پھر ممنوع کسی جائز ارادہ سے جائز نہیں ہو جائے گا۔ فقیر کا اس موضوع پر ایک ضخیم رسالہ ہے بنام ''ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا؟'' (مطبوعہ قطبِ مدینہ پبلشرز، کراچی) اس کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

رجب المرجب، 1414ھ سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا جائز ہے بعض شعراء کے کلام میں وارد ہوا ہے؟

جواب: دورِ حاضرہ میں الحمدللہ نعت خوانوں اور شعراء کی بہتات (کثرت) ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کی شان بلند و بالا کے لئے بہت اسباب بنائے ہیں لیکن جو نعت خواں اور شعراء حدودِ شرعیہ سے چھلانگ لگا رہے ہیں انہیں اپنی عاقبت بخیر (حسنِ آخرت) کی فکر کرنی چاہیے۔
داڑھی منڈوانا اور اشعار لکھنا اور دنیاوی لالچ میں صرف اسی کو پیشہ بنانا بجائے فائدے کے خود کو مجرموں میں شامل کرنا ہے اگر صرف اور صرف رضائے خدا و مصطفیٰ (عزوجل ﷺ) مدنظر ہو تو سیّدنا حسان رضی اللہ عنہ اور دیگر مداحینِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُٹھنا نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر لفظِ عاشق کا اطلاق ناجائز ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور ﷺ کو معشوق کہنا کیسا ہے؟

اس کے جواب میں آپ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ناجائز ہے کہ معنی عشق، اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے وُرودثبوتِ شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی ہے۔ لو قیل أنا أعشقُ اللهَ أو یعشقنی فمبتدعٌ [1]

یعنی اگر کہا جائے کہ میں اللہ کا عاشق ہوں یا کہے میں اللہ تعالیٰ کا معشوق ہوں تو ایسا شخص بدعتی ہے۔

چونکہ زمخشری معتزلی بدمذہب ہے اس کا مذہب جواز کا ہے اگر کسی سُنی شاعر کو اس بدمذہب کے ساتھ قیامت میں اُٹھنے کا شوق ہو اور اس کا مذہب پیارا لگتا ہو تو بے شک کہے دورِ حاضرہ میں کچھ شعراء جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ عشق لفظِ محبت کے معنی میں ہے جب اللہ تعالیٰ کے لئے لفظِ محبت وحُب بولنا جائز ہے تو پھر اس لفظِ عشق کیونکر ناجائز ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہی دلیل اسی بدمذہب زمخشری نے دی تھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل ایسے شاعروں کے دلوں میں ابلیس نے ڈالی ہے ورنہ ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ زمخشری کون تھا۔

زمخشری کی دلیل: زمخشری نے "تفسیر کشاف" میں بطور دلیل لکھا ہے کہ:

ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد للہ تعالیٰ علیٰ حقیقتها لغة فالمحبة فی اللغة اذا تاکدت سمیت عشقاً الخ [2]

یعنی جب اللہ تعالیٰ پر لغت میں حقیقی معنی پر محبت کا اطلاق جائز ہے تو عشق بھی جائز ہے کیونکہ محبت زیادہ موکدہ ہو تو وہ عشق ہی ہے۔

بہرحال ! ہمارے علماء واحناف وشوافع وغیرہم (رحمہا اللہ تعالیٰ) نے اس لفظ کے اطلاق کی سخت مخالفت فرمائی ہے اس کے رد میں تصریح ہے چنانچہ "الانتصف" میں علامہ احمد بن محمد بن المنیر نے زمخشری کی خوب خبر لی اور اس اطلاق کا انکار استاذ الحرمین علامہ ابنِ حجر مکی (قدس سرہٗ الاعلام) سے بھی منقول ہے۔

فقط عندی هذا لجواب و اللہ تعالیٰ و رسولہٗ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

19 شوال المکرّم، 1415ھ رسیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

[1] فتاوی رضویہ، مع التخریج، جلد ۲۱، کتاب الحظر والاباحۃ، باب اعتقادات وسیر، صفحہ ۱۱۴، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور

[2] کتاب الانتصاف علی تفسیر الکشاف، تحت آیۃ یحبہم ویحبونہ الخ، المجلد ۱، الصفحۃ ۶۲۲، انتشارات آفتاب تہران ایران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سوال : تمام حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے "ملفوظات" میں اوجھڑی کو صرف مکروہ لکھا ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی صاحب "فتاویٰ فیض الرسول" میں مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مفتی محمد اسلم صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے صرف مکروہ لکھا ہے جس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے اور جامعہ مظہر الاسلام بریلی شریف کے مفتی محمد ہاشم یوسفی کا فتویٰ بھی دیکھا جس میں اُنہوں نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اُنہوں نے "کفل الفقیه" کا حوالہ بتایا کہ فقہاء جس چیز کو صرف مکروہ فرمائیں وہ تحریمی ہے ہمارے علاقے کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم عرصہ دراز سے اوجھڑی کھا رہے ہیں آج تک کسی نے حرام نہیں کہا آپ برائے کرام واضح فرمائیں کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

(دعا گو: مراد علی نقشبندی قادری فخر آباد، فیصل آباد)

جواب: عزیز محترم ! سلام، فقیر اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر مختصراً عرض کر رہا ہے خدا کرے کہ سمجھ آ جائے۔ بات وہی صحیح ہے جو مفتی جلال الدین امجدی صاحب اور مفتی محمد ہاشم یوسفی صاحب نے لکھی ہے کہ اوجھڑی کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ مفتی محمد اسلم صاحب کا اجتہاد درست نہیں ان کا رد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے حوالہ جات سے مفتی جلال امجدی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں لکھ دیا ہے۔[1] مزید تردید کی ضرورت نہیں ہے عوام کا اعتراض بجا ہے لیکن سابق ادوار پر نظر دوڑانے سے واضح ہوگا کہ بہت سے مسائل کراہت کی زد میں ہوتے ہیں علماء کرام سے عوام پوچھنے کی زحمت نہیں کرتے جب وہ عام مروّج ہو جاتے ہیں تو کسی عالمِ دین کے انتباہ پر عذر نا معقول کرتے ہیں پھر بعض قلیل المطالعہ علماء بھی ان کا ساتھ دینے لگ جاتے ہیں اس پر سخت نزاع تک نوبت پہنچ جاتی ہے یہ بات نہ صرف اوجھڑی میں ہے بلکہ پہلے بھی بہت سے مسائل میں عوام کے ایسے اعتراض سننے میں آئے مثلاً اذانِ جمعہ خطیب کے سامنے ہو، اعلیٰ حضرت نے فرمایا مسجد کے باہر ہو لیکن فضلائے دیوبند بلکہ خود بعض علمائے اہلسنّت نے نہ صرف اختلاف کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا جو ایک عرصہ تک شاہ بریلی شریف گورنمنٹ برطانیہ کی پکڑ دھکڑ کا نشانہ بنے رہے یہ تو "دشمن چه کند چو مهربان باشد دوست" (یعنی دشمن کیا کرے جب دوست مہربان ہو جائے) کا کرشمہ ہوا کہ اُلٹا اس دوران امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ہوا اور نہ صرف گورنمنٹ برطانیہ رسوا ہوئی بلکہ

---

[1] فتاویٰ فیض الرسول، جلد دوم، کتاب الذبح، صفحہ ۴۳۲، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور۔

آپ قدس سرہٗ کے حاسدین کو بھی منہ کی کھانی پڑی شاید امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے انہی حوادث کے پیشِ نظر کہا ہے۔

ایک طرف اعدائے دین ایک طرف حاسدین بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

(حدائقِ بخشش از اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ، کلام کعبہ کے بدرالدجیٰ)

اس کی مکمل تفصیل فقیر اُویسی غفرلہٗ نے "شرح حدائق بخشش، جلد ٥" (مطبوعہ مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاول پور) میں عرض کی ہے۔ کچھ یہی حال بیٹھ کر اقامت سننے کا ہے جب کہ وہابی غیر مقلدین اور دیوبندی تا حال مخالف ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے احادیث اور فقہائے احناف کی تصریحات سے مسئلہ واضح فرمایا ہے۔

فقیر اُویسی غفرلہٗ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فیض سے رسالہ "الفلاح" (مطبوعہ مکتبہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور) لکھا ہے اور بار بار چھپا اور چھپ رہا ہے لیکن بہت سے بوڑھے سُنی اور نیم خواندہ نمازی یہی کہتے ہیں کہ 50 سال سے ہم کھڑے کھڑے اقامت سنتے آئے ہیں۔ وقت کی قلت کے پیشِ نظر اتنا ہی کافی ہے اس موضوع کو فقیر درجنوں صفحات تک لے جا سکتا ہے صرف مصروفیات کی بناء پر اتنا لکھ دیا ہے اور اہلِ فہم کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

20 جمادی الاوّل، 1417ھ، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

سوال: کیا بکثرت عمرے کرنا بدعت ہے؟

جواب: الحمدللہ! ہم بکثرت عمرہ کرنے کو عظیم سعادت سمجھتے ہیں اس ذریعے سے بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری بھی نصیب ہو جاتی ہے یوں سمجھیں کہ ہماری اصلی غرض تو حاضری طیبہ ہے عمرہ کی سعادت بھی ساتھ ہی نصیب ہوگئی۔

؎ اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے

(حدائقِ بخشش از اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ، کلام: شُکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے)

کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے: ؎ حج دا ہے بہانہ اے ویکھن سوہنے دا گھر آئیاں

یعنی حج تو ایک سبب بن گیا ورنہ اصل مقصد تو حبیبِ خدا کے روضہ اقدس کی زیارت ہے۔

فقیر اس بہانے کئی حج اور عمرے کر چکا ہے اور آئندہ بھی زندگی بسر ہوگی تو اسی دُھن میں ان شاء اللہ۔ حضرت حاجی خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: ؎ کیوں وِسرن یار دے ڈیرے دم جنید یں کرسوں پھیرے

یعنی محبوب کی قیام گاہ میں کیسے بھول سکتا ہوں زندگی بھر بار بار حاضر ہوتے رہیں گے یا پھر مستقل طور پر یہاں کی اقامت اختیار کریں گے۔

ہمارے دور میں بعض عناصر کثرت سے عمرے کرنے کو بدعت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور دلیل وہی پُرانی ہے کہ بکثرت عمرے کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا یہ قاعدہ عام ہے اور سراسر غلط ہے اور اگر ان کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جائے تو دین کے ہزاروں مسائل کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ''بدعت ہی بدعت'' (مطبوعہ قطبِ مدینہ پبلشرز، کراچی)۔

بکثرت عمرے کرنا شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے اس پر فقیر کا رسالہ ''کیا بکثرت عمرے بدعت ہیں؟'' کا مطالعہ فرمائیے۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٗ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

1417ھ، 1994ء، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

سوال: دورِ حاضرہ میں ممبروں کو ووٹ دینا کیسا ہے؟

جواب: سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ وقت نے ایک قلم عطا کرنے کی استدعا کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم تیار کر دی اس نے قلمدان میں رکھی جب وہ کہیں اُٹھ کر گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم اُٹھا کر توڑ دی۔ واپس آ کر پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اسی لئے قلم توڑ دی کہ ممکن ہے تو اس سے کوئی غلط فیصلہ لکھے تو کل قیامت میں مجھ سے سوال ہوگا کہ یہی قلم تو نے دیا اور یہ گناہ پر معاونت ہے تو میں اس کا کیا جواب دوں گا۔

ایسے ہی ووٹ کے استعمال پر اگر یہ کام ممبر یا وزیر یا کوئی اور عہدہ سنبھال لیں اور اس میں غلط کام کریں تو اس کے ان جرائم

میں ووٹ دینے والا بھی برابر کا شریک ہے۔

ووٹ انگریز کا دیا ہوا تحفہ (نحوست) ہے خود لفظ ووٹ اس کا شاہد (گواہ) ہے لیکن چونکہ ہمارے مسلمان عوام خود بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں طوعاً و کرہاً (اپنی مرضی سے یا زبردستی) اس لئے اس کے متعلق شرعی فیصلہ ضروری ہے۔

ووٹ: یہ بظاہر ایک پرچی ڈالنے کا نام ہے در حقیقت یہ جنت و دوزخ کا ٹکٹ ہے۔ صحیح استعمال کیا تو بہشت کی اُمید رکھی جا سکتی ہے اگر غلط سمجھ کر یہ پرچی ڈالی تو دوزخ میں جانا ہوگا کیونکہ گناہ کی حمایت بھی گناہ ہے ہاں! وہ معاف کردے تو کریم ہے۔

دوزخ لے جانے والا ووٹ: جیسا کہ دورِ حاضرہ میں بڑے بڑے اُمیدواردین سے دور اور بظاہر عوام کے خیر خواہ ہیں لیکن ازلی دشمن (الاماشاء اللہ) ایک اُمیدوار بسا اُوقات انتخاب کنندگان ووٹر کو دنیاوی لالچ دیتے ہیں ان کے ضمیر کی قیمت لگا کر انہیں خریدتے ہیں برادری، ذات پات کا واسطہ دیتے ہیں قرآن مجید خود بھی سر پر رکھ کر اعتماد دلاتے ہیں اور عوام کی جھولی میں ڈال کر قسمیں دلواتے ہیں۔ حالانکہ سو فیصد فراڈی آدمی ہیں بارہا انہیں آزمایا جا چکا ہے یا علاقائی لحاظ سے یا ویسے ہی بری شہرت سے اسے ووٹ دینا دوزخ کا ایندھن بننا ہے کیونکہ وہ کرسی لے کر جس قدر گناہ کرے گا وہ پہلے ووٹروں کے کھاتے میں ہوں گے گویا وہ مزے لوٹ گیا اور ووٹروں نے مفت کی سزا پائی۔

ووٹ کی شرعی حیثیت:

(1) امانت: ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ [1]

یعنی جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اسے ایک امانت سپرد کی جاتی ہے۔

جس نے خیانت کی اور صحیح مشورہ نہ دیا تو یہ ایک عظیم جرم ہے امانت اس کے اہل کے سپرد کرنا شریعت میں لازم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

حدیث صحیح میں منافق علامات میں سے ایک علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ وَإِذَا أُؤْتُمِنَ خَانَ [2]

[1] اخرجہ الترمذی فی السنن فی الاذب، الحدیث رقم ۲۳۲۹، باب ان المستشار موتمن، وابن ماجۃ فی السنن، فی الاذب، الحدیث رقم ۳۷۴۵، باب المستشار موتمن، واحمد فی المسند، المجلد ۴، الصفحۃ ۲۷۱، ونقلہ ولی الخطیب فی المشکاۃ، فی کتاب الآداب، الحدیث رقم ۵۰۶۲ (۱۰) باب الحذر والتانی فی الامور۔

[2] اخرجہ البخاری فی صحیحہ فی الایمان، الحدیث رقم ۳۳، باب علامۃ المنافق۔

یعنی منافق کو جب امانت سپرد کی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

یک حدیث میں ہے کہ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ [3]

یعنی جو شخص امانت کو صحیح طور پر ادا کرنے کا اہل نہ ہو اس کا ایمان کامل نہیں۔

(2) **شھادت**: ووٹ دینا ایک شہادت ہے یا ووٹرز (رائے دہندگان) جسے ووٹ دیتے ہیں وہ درحقیقت اس کی اہلیت کی شہادت دیتے ہیں اور جھوٹی شہادت دینا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ط (پارہ۱۹،سورہ الفرقان،آیت۷۲)

ترجمه: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

یہ آیت اس پر شاہد وصادق ہے۔ [4]

(4) حدیثِ صحیح میں شرک کے بعد جھوٹی شہادت اور شہادتِ زُور کو سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔

(3) **رُکنیت کی سفارش**: علاوہ ازیں ووٹ دینا ووٹر کی طرف سے اُمیدوار کی رکنیت کی سفارش کرنا بھی ہے اور کسی نا اہل کی سفارش کرنا گناہ ہے حتیٰ کہ وہ نا اہل کے گناہوں اور غلطیوں میں شریک رہتا ہے ارشادِ ربانی ہے کہ

وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ط (پارہ۵،سورہ النساء،آیت ۸۵)

ترجمه: جو بُری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے۔

(5) بناء بریں کسی نا اہل کو ووٹ دینا شرعاً گناہ کبیرہ ہے بالخصوص اُس وقت تو یہ جرم اور بھی عظیم ہو جاتا ہے جب کہ اس کے عوض رقم لی جائے اور ضمیر فروشی کی جائے یا عصبیتِ قومیت (رشتہ داری) کا جذبہ کارفرما ہو ایسی رقم لینا رشوت ہے اور بتصریحِ احادیث نبویہ [5] واجماع اُمت رشوت لینا اور دینا سخت گناہ ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ (یعنی تینوں پر لعنت فرمائی)۔

---

[3] اخرجہ احمد فی المسند عن انس، بلفظ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ، المجلد ۳، الصفحۃ ۱۳۵، الحدیث رقم ۱۲۵۶۷۔

[4] عن حریم بن فاتک قال ﷺ صلاۃ الصبح فلما انصرف قام قائماً فقال عدلت شھادۃ الرور بالاشراک باللہ ثلاث مرلۃ، اخرجہ ابوداود فی السنن، فی الافضیۃ، الحدیث رقم ۳۵۹۹، باب شھادۃ الرور، وابنِ ماجۃ، فی السنن، فی الاحکام، الحدیث رقم ۲۳۷۲، باب شھادۃ الزور، ونقلہ ولی الخطیب فی المشکاۃ، فی الامارۃ والقضاء، الحدیث رقم ۳۷۷۹ (۲۲)، باب الاقضیۃ والشھادات۔

[5] عن عبداللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی، اخرجہ ابوداود فی السنن، فی الاقضیۃ، الحدیث رقم ۳۵۸۰، باب فی کراھیۃ الرشوۃ، والترمذی فی السنن، فی الاحکام وزاد فی الحکم الحدیث رقم ۱۳۳۷، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی الخ وابن ماجۃ فی الاحکام، الحدیث رقم ۲۳۱۳، باب التغلیظ فی الحیف والرشوۃ، واحمد فی المسند، المجلد ۲، الصفحۃ ۱۶۴، وراہ احمد عن ثوبان فی المسند، المجلد ۵، الصفحۃ ۲۷۹، والبیھقی فی شعب الایمان، الحدیث رقم ۵۵۰۳، وزاد والرشائش وقال الخطیب فی المشکاۃ، فی الامارۃ والقضاء، الرشائش یعنی یمشی بینھما، الحدیث رقم ۳۷۵۴ (۱۱) باب رزق الولاۃ الخ۔

اس لئے ابھی سے سوچ لیں کہ ووٹ لینے والے کو جس غرض سے ووٹ دو گے وہی پاو گے اگر کسی حیثیت سے وہ صحیح نہیں تو ووٹ دینے سے نہ دینا بہتر ہے اور ووٹ دینے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آپ کے حلقہ میں کوئی اُمیدوار ایسا ہو جس کے عقائد بھی درست ہوں اور اعمال بھی صالح ہوں اور پھر اس کا تعلق کسی ایسی جماعت سے بھی نہ ہو جس کے نظریات اہلسنّت و جماعت کے خلاف ہوں۔

فقط عندی هذا لجواب و اللّٰه تعالیٰ و رسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

20 جنوری، 1997ء سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة و السلام علیك یارسول اللّٰه

سوال: (الف) کیا فرماتے ہیں حضراتِ مفتیانِ دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا اطلاق درست ہے یا غلط؟

(ب) کیا ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح ان کے مسلمان ہوئے بغیر جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) آج کل مشینوں کے ذریعہ جو مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں جب ذبح کرنے والا آرا چلتا ہے تو سامنے ایک مسلمان کھڑا ہو کر "بِسْمِ اللَّهِ ، وَاَللَّهُ أَكْبَرُ" پڑھتا رہتا ہے اور آرے سے چوزوں اور مرغیوں کے گلے کٹتے رہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آرا اس رفتار سے چلتا ہے کہ دس بارہ چوزے، مرغیاں ایک بار گزر جاتے ہیں جس سے ہر چوزے، مرغی پر "بِسْمِ اللَّهِ ، وَاَللَّهُ أَكْبَرُ" پڑھنا مشکل ہے تو کیا اس صورت میں ذبح ہونے والے چوزے، مرغیاں، بھیڑیں، گائیں وغیرہ حلال ہوں گی یا حرام؟ بحوالہ جواب دیتے ہوئے ممنون فرمائیں نیز آرا (بلیڈ) مشین چلانے والا آپریٹر بھی عیسائی ہو اور اگر مسلمان ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

محمد صفدر علی سلیمانی، برطانیہ

جواب: الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم

دورِ حاضرہ میں ہر مسئلہ کو خود بخود اُلجھایا جا رہا ہے ورنہ ہمارے اکابر ہر مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طور پر لکھ گئے اور آنے والی نسلوں کے لئے اُصول وضوابط تحریر فرما گئے لیکن جو خود اپنا اجتہاد کرتے ہوئے ان اُصولوں سے ہٹ کر اسلام کو بدنام کرے تو اس کی شومی قسمت ہے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات حاضر ہیں۔

موجودہ دور میں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہود ونصاریٰ وہ اہلِ کتاب نہیں جن کا ذکر قرآن مجید واحادیثِ مبارکہ میں ہے ان کے اکثر دہریہ کمیونسٹ مرتد ہیں۔حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتیں مسلمانوں کو حلال ہیں بشرطیکہ وہ اہلِ کتاب رہیں۔ موجودہ عام انگریز اور دہریہ خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہٰذا نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے نہ عورتیں بلکہ اب تو عام انگریز ذبح کرتے بھی نہیں نیز مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے حرام ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز

یہی سوال امام احمد رضا فاضل بریلوی ومجدد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 1340ھ سے ہوا۔ یہ جو اکثر کتبِ دینیہ میں لکھا ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ درست ہے تو آج کل یہود ونصاریٰ جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا فاضل بریلوی ومجدد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں شک نہیں کہ یہ نصاریٰ الوہیت وانبیت ،عبداللہ وابن امتہ،سیّدنا مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کی صاف تصریح کرتے ہیں جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوہیں وہ یہود کہ انبیت عبداللہ عزیر علیہ السلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے۔جمہور مشائخ جانبِ حُرمت گئے اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بکثرت محققین تحقیقِ جواز فرماتے ہیں یہی ظاہر الروایۃ اور یہی اقویٰ من حیث الدلیل ہے۔"وقد حققناہ فی فتا ونا بما یتعین المر جعۃ الیہ" (یعنی اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے) "مستصفی" میں ہے "فی مبسو ط ـشیخ الاسلام یجب ان لا یا کلو ذبائح اھل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح اللہ ،وان عزیراً الہ ،ولا یتزو جوا نسآء ھم وقیل علیہ الفتوی لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الا کل والتزو ج" (یعنی شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب اہلِ کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے تو ان کے ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور یوں اگر عزیر علیہ السلام کو الٰہ کہتے ہوں بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے لیکن دلائل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے)۔"درمختار" میں ہے:"صح نکا ح کتابیۃ وان اعتقدوا المسیح الھاً وکذاحل ذبیحتھم علی المذھب بحراہ" (یعنی کتابیہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں جائز ہے)۔مختصراً ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بے ضرورت کتابی خالص کے ذبیحہ کو علماء ناپسند

فرماتے ہیں تو یہ بدتر درجے میں ہیں "فتح القدیر" میں ہے "یجو زتزوّج "الکتابیات والاولی ان لایفعل ولایاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ" (یعنی کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اوراُولیٰ یہ ہے کہ نہ کیا جائے اوران کا ذبیحہ نہ کھایا جائے ماسوائے ضرورت کے)"مجمع الانھر" میں ہے "النصاری فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالیٰ وعدم الضرورۃ متحقق والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیناہ فالا خذبجانب الحرمۃ اولی عند عدم الضرورۃ" (یعنی یا ہمارے زمانے کے نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت (یعنی بیٹا ہونے) کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اوراحتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہوتو حُرمت کی جانب کوترجیح ہے)۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں اور وقتِ ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں۔مسیح علیہ السلام کا نام شریک نہ کریں اگر چہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں بالجملہ نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ تو مسلمان کا بھی حرام ومردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی "رد المحتار" میں ہے: "لا تحل ذبیحۃ من تعمد ترک التسمیۃ مسلماً او کتابیاً لنص القرآن" (یعنی قصداً بسم اللہ کوترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی قرآن کی نص کی بناء پر) درمختار میں ہے شرط کون "الذابح مسلماً او کتابیاً ذمیاً او حربیاًالا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح" (یعنی ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سنا جائے تو ناجائز ہے)۔"رد المحتار" میں ہے:"ولو سمع منہ ذکر اللہ تعالیٰ لکنہ عنی با لمسیح قالو یوکل الا اذانص فقال باسم اللہ الذی ھو ثالث ثلثۃ" (ہندیہ)(یعنی اگر عیسائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحتہً باسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں تو نہ کھائیں)۔ [1]

نصاریٰ زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں۔مرغ وپرند کا گلا گھونٹتے ہیں اور بھیڑ بکری کو اگر چہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

مشاھدہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

آپ قدس سرہٗ اپنا مشاہدہ بھی اپنے فتاویٰ کی اسی جلد میں درج فرماتے ہیں کہ ذیعقدہ 1295ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وہ چالیس روپے کی خرید بتا تا تھا۔مول لینا چاہا کہ گوشت در کار تھا نہ بیچا اور کہا جب

[1] فتاویٰ رضویہ مع التخریج،جلد۲۰،کتاب الذبائح،صفحہ ۲۴۸۔۲۴۶،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن،لاہور۔

ذبح ہوگا گوشت کا حصہ خرید لینا ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چُھری داخل کردی تھی رگیں نہ کاٹیں اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوئر ہے ہمارے کسی کام کا نہیں بلکہ نصاریٰ کے یہاں صدسال سے ذبح شرعی نہیں ۔[1]

"فتاوی امام قاضی خان" میں نقل فرمایا النصرانی لا ذبیحة له و انما یاکل هو ذبیحة المسلم ویخنق (یعنی نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں وہ مسلمان کا ذبیحہ کھالیتا ہے اوروہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے) تو نصاری زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام ہے یہود کا حال معلوم نہیں اگراُن کے یہاں بھی ترک تکبیر یا ذبح کی تغیر ہوتو حکمِ حرمت ہے ورنہ بے ضرورت ناپسندی وکراہت[1] و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مضمون کوطوالت سے بچا کراسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ اکثر محققین ہر صدی میں یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ نصاریٰ کے یہاں صدہا سال سے ذبح شرعی نہیں ۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اسی لئے نقل فرمایا کہ صد ہا سال سے نصرانی ذبح کرتے نہیں جب ان کے ہاں ذبح شرعی نہیں تو پھر ان کا ذبیحہ کیسے حلال سمجھا جائے؟ اور تمام ادوارِ سابقہ میں تو انہیں مرتد دہریے کمیونسٹ بلکہ ہر مذہب سے آزاد کہا جارہا ہے لیکن ہمارے دور میں انہیں خواہ مخواہ اہلِ کتاب میں شامل کرکے دینِ اسلام کے نام لیواوں کو ورطہ حیرت میں ڈالا جارہا ہے جب کہ ادوارِ سابقہ کی بانسبت ہمارا دور پُرفتن ہے بلکہ وہی نصاریٰ دین سے ایسے منحرف ہیں کہ جن سے خود اُن کے اپنے رہنما نالاں (ناراض) ہیں ادھر مسلمانوں کے بعض رہنماوں کا یہ حال ہے کہ انہی بے دینوں اور کمیونسٹ،دہریوں کو کتابی بنا کر اہلِ اسلام پر زبردستی تسلیم کرانے پر مجبور کررہے ہیں اور اسے اجتہاد کا رنگ دے کر اُن کی ہر غلط بات کو اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

ذبیحہ کتابی کا حکم: اگر واقعی شرعی اُصول پر کوئی اہلِ کتاب ذبح کرتا ہے تو اس کے لئے بھی شرائط ہیں۔ حضرت صدرِالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ (المتوفی 1367ھ) [2] لکھتے ہیں کہ کتابی کا ذبیحہ اُس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور ذبح کے وقت اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام ہے اور اگر مسلمان کے سامنے اس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے نصاریٰ کی لااُبالیوں (بے پرواہیوں) اور دین سے دُوری کے سبب مطلقاً حرام قرار دیا اور اگر کوئی کتابی شرعی اُصول کے مطابق بھی ذبح کرے تب بھی

---

[1] فتاویٰ رضویہ مع التخریج،جلد۲۰،کتاب الذبائح،صفحہ۲۴۹،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن،لاہور۔

[2] بہارِ شریعت،جلد۱۵،صفحہ۴۷،باب ذبح کا بیان،مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور۔

اس سے بچنے کا مشورہ دیا ہے لیکن ہمارے دور کے ٹیڈی مجتہدین اُلٹا ان بے دینوں ،دہریوں ،کمیونسٹ قسم کے آزاد خیالوں کوز بردستی اہلِ کتاب بنا کرحرام کوحلال ثابت فرمار ہے ہیں۔

ذبح میں دوسری وجوہ: اگرصرف جانورکوقابوکرنے کے لئے معاونت کرر ہاہےتو پھرمعاون پر''بسم اللہ اللہ اکبر''وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں۔

اگر یکجا ذبح کرنا ہے ہر مذبوحہ جانور پر علیحدہ علیحدہ ''بسم اللہ اللہ اکبر''کہنا ضروری نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ایک صورت لکھی ہے کہ دوبکریوں کو نیچےاُوپرلٹا کر دونوں کوایک ساتھ ''بسم اللہ'' پڑھ کرذبح کردیا دونوں حلال ہیں۔اہلِ کتاب کے متعلق دورِ حاضرہ میں کسی کو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ واقعی اہلِ کتاب میں شامل ہے یا دہریہ، بے دین، آزادخیال ہیں اگرکسی کو یقین ہوتواس کا ذبح کرنا شرعی اُصول مذکورہ بالاطور پر ہوتو ذبیحہ حلال ہے۔

صورتِ مسولہ میں صرف مسلمان کے''بسم اللہ'' پڑھنے سے ذبیحہ کی حلت ثابت نہ ہوگی جب تک کہ وہ خودذبح کرنے والا نہ ہوگا۔اگرذبح کرنے والا اور ہےاور یہ صرف ''بسم اللہ اللہ اکبر''کہتا ہےتو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اس کی حلت کی صورت یوں ہوسکتی ہے کہ آرا چلانے والا مسلمان ہواور جب وہ آرا چلائےتو''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کراورآرا بھی ایسا ہوجس میں چھری کی طرح کا آلہ فٹ کیا گیا ہواور مرغیاں وغیرہ بھی بے ہوش ہونے کے بعدزندوں پر مشین چل جائے ایک ہی''بسم اللہ'' پڑھنے پرمتعدد ذبح ہوگئے تو حلال ہیں جیسے اُوپر مذکور ہوا۔یہ ان غیر مسلم مما لک کے متعلق مشکلات کی تسہیل کے لئے ہےورنہ مسلمان مما لک کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ مشینوں کے محتاج بنیں لیکن افسوس ہے کہ مما لکِ اسلامیہ کے ساکنین اسلام کے دعویٰ کے باوجودمغربیت کی تقلید میں اسلامی اُصول وطریقے ترک کر بیٹھے۔پھرا ن کی تیارکردہ تجویزوں کواسلامی بنانے پرمجبورکیا جا تا ہے یہ درست ہے کہ اسلام میں تنگی نہیں لیکن یہ کہاں کا اُصول ہے کہ اس کےاُصولوں کوغیر مسلموں کے خیالات پرقربان کردیا جائے۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمدفیض احمداُویسی رضوی غفرلہٗ)

اپریل،1996ء،سیرانی مسجد،بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ

سوال : ٹیوب کے ذریعے جانوروں کے رحم میں مادہ منویہ ڈال کراُولاد پیدا کی جاتی ہے شرعاً یہ فعل کیسا ہے جب کہ سائنسی ترقی نے اس کوعملاً کردکھایا ہے؟

جواب: یہ غیرفطری عمل ہےاورنرکوخلقی حق سے محروم کرنا ہےاس لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مادہ کی نسل سے مانا جائے گاحلّت وحرمت میں اس بچے کے وہی احکام ہوں گے جواس کی ماں کے ہیں"درمختار" میں ہے: "بِحِلِّ أَكْلِ ذِئْبٍ وَلَدَتْهُ شَاةٌ" [1] (یعنی اس بھیڑ کا کھانا جائز ہے جسے بکری نے جنا ہے۔)"شامی" میں" تحفۃ الاقران" سے ہے:"نَتِيجَةُ الْأَهْلِيِّ وَالْوَحْشِيِّ تَلْحَقُ بِالْأُمِّ عَلَى الْمَرْضِيِّ وَمِثْلُهُ نَتِيجَةُ الْمُحَرَّمِ مَعَ الْمُبَاحِ يَا أُخَيَّ فَاعْلَمْ" [2] (یعنی اہل ووحشی جانوروں کا حلال وحرام ہونا ماں سے لاحق کیا جائے گا حلال جانوروں سے پیدا ہےتو حلال ورنہ حرام۔) یہی پسندیدہ قول ہے ایسے ہی حرام جانوروں کا پیدا شدہ جانورمباح جانور سے پیدا ہوتو اس کا حکم اباحت کا ہے اے عزیز برادرا سے اچھی طرح جان لے۔

بہرحال بقانون مذکورہ صورۃ مسئولہ میں جانور کی حلت میں تو کوئی شک نہیں لیکن افسوس ہے کہ دورِحاضرہ کے اسلام سے بے بہرہ مسلمان غلط طریقے اپنانے کے خوگر (عادی) ہو گئے ہیں نا معلوم انہیں کب ہوش آئے گا کہ وہ طریقے جو غیرمسلم اقوام، مسلم قوم پر مسلّط کرنا چاہتی ہیں اس سے بچنا ضروری تھا لیکن آج کل مسلمان اس سے بچنے کی بجائے قدم آگے بڑھاتا جارہا ہے۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مسلمانوں کوہدایت دے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللّٰہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمدفیض احمداُویسی رضوی غفرلہٗ)

اپریل، 1994ء ،سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

[1] الدرالمختار، الجزء ا، الصفحۃ ۲۴۳، موقع یعسوب

[2] ردالمختار، کتاب الطھارۃ، باب فرع البعد بین البئر والبالوعۃ، الجزء ۲، الصفحۃ ۱۲۹، موقع الإ سلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

سوال: ایک عورت کی شادی ہوئے کافی عرصہ ہوگیا ہے اولاد نہیں ہورہی۔شوہر بار بار طلاق کی دھمکی دے رہا ہے جب کہ عورت میں کوئی خرابی نہیں ایسی صورت میں اس عورت کی سہیلی نے اپنے شوہر کی منی کو لے کر ٹیوب کے ذریعے اس عورت کے رحم میں ڈلوادیا اس کو بچہ پیدا ہوگیا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی عورت کے رحم میں غیر شوہر کی منی ٹیوب کے ذریعہ ڈلوانا اور اس کی سہیلی کا یہ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے؟اور جو اولاد ہوئی ہے شرعاً اس کی حیثیت ولدالزنا کی ہے یا ولدالحرام؟

جواب: یہ عمل انتہائی بے حیائی اور سخت حرام ہے کہ کسی مرد کے مادہ منویہ کو ٹیوب میں لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں داخل کیا جائے بلاضرورتِ شرعیہ عورت کا اپنی شرمگاہ میں سوائے اپنے شوہر کے آلہ تناسل کے کسی چیز کو داخل کرنا حرام وگناہ ہے۔یہ استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنے) کے حکم میں ہے اور یہ بحکم حدیث حرام ہے۔حدیث میں ہے:

نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُوْنٌ [1]

("عینی شرح کنز" و"عینی شرح بخاری" و"الدرالمختار" وغیرہ)۔

یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے والا (جسے مشت زنی کہا جاتا ہے) لعنتی ہے۔

اور یہ حکم عام ہے مردوعورت دونوں کے لئے نیز "ید" یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے یعنی مشت زنی کرنے کی بھی تخصیص نہیں۔اس لئے یہ قید واقعی ہے کیونکہ عموماً استمناء (منی نکالنا) ہاتھ سے ہوتا ہے اس لئے "یـــد" فرمایا کسی طرح بھی استمناء (منی نکالنا) ہو علاوہ جماع کے خواہ ران میں رگڑ کر یا کسی اور طریقہ سے۔اس لئے یہ حدیث اپنے اطلاق کے اعتبار سے ٹیوب کے ذریعے منی داخل کرنے پر بھی صادق آتی ہے۔ "شامی" میں ہے: کما لو انزل بتفخیز اوتبتین علی هذافلو ادخل ذکره فی حائط ونحوه حتی امنی او استمنا بکفه بحائل یمنع النحرارة یاثم ایضاً ویدل ایضاً ما قلنا فی الزیلعی حیث استدل علی عدم جله بالکف بقوله تعالی (وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ (الآیة) (پارہ۲۹،سورہ المعارج،آیت ۲۸)

ترجمہ: کسی عورت کو یہ بھی جائز نہیں کہ کسی عورت کی شرمگاہ کو بلاضرورتِ شرعیہ دیکھے یا چھوئے اور ٹیوب استعمال

[1] فتح القدیر،المجلد ۲،الصفحہ ۳۴۳

کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ دوسرا کوئی مرد یا عورت استعمال کرتی ہے اور اگر بالفرض عورت نے خود ہی استعمال کرلیا ہوتو پہلی وجہ حرمت اپنی جگہ باقی ہے اور اس کی سہیلی اور سہیلی کا شوہر تینوں گناہ گار ہوئے، ہاں یہ اُولاد ثابت النسب ہوگی اور اس کی مانی جائے گی جس کی زوجیت میں یہ عورت ہے۔حدیث پاک میں فرمایا گیا:

الولد للفراش و للعاهر الحجر [1]

یعنی اُولاد بستر والے کی ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

صورتِ مسولہ میں اگر چہ زنا نہ سہی لیکن نطفہ تو غیر کا ہے افسوس ہے کہ دورِ حاضرہ میں جائز نا جائز کی طرف توجہ ہٹ گئی ہے نفسانیت کا غلبہ ہے یہی سوچا جاتا ہے کہ کام بن جائے خواہ فعل حرام اور نا جائز ہے۔اُولاد کی خواہش اچھی بات ہے لیکن وہ اولاد کس کام کی جس کی وجہ سے دوزخ میں جانا پڑے۔دورِ حاضرہ میں یہ طریقہ عام ہوتا جارہا ہے اس کے علاوہ دیگر غلط طریقے سے بھی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔آمین

مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور مسلمان'' (مطبوعہ فیض العلوم البنات،ضلع میانوالی) کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط عندی هذا لجواب والله تعالیٰ ورسولهٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

اپریل، 1994ء سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الصلوٰة والسلام علیك یارسول الله

سوال : کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور کے ایک کامل بزرگ اپنے مریدین کے ہمراہ قافلے کی صورت میں اولیاءِ کرام کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں وہاں مزار پاک پر قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اذکار میں مشغول رہتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

جواب : کامل بزرگ کا اپنے مریدین ومعتقدین کو لے کر کسی اللہ والے کے مزار پر قافلے کی صورت میں حاضری دینا

[1] اخرجہ البخاری فی صحیحہ، فی البیوع، الحدیث رقم ۲۲۱۸، باب شراء المملوک من الحربی الخ، ومسلم فی صحیحہ، فی الرضاع، عن عائشۃ، الحدیث رقم (۳۶۔۱۴۵۷) وعن ابی ھریرۃ، الحدیث رقم (۳۷۔۱۴۵۸)، باب الولد للفراش وابوداود فی السنن، فی الطلاق، الحدیث رقم ۲۲۷۴، ۲۲۷۳، باب الولد للفراش، والترمذی فی السنن، فی الرضاع، الحدیث رقم ۱۱۵۷، باب : ماجاء ان الولد للفراش، والنسائی فی السنن، فی الطلاق، الحدیث رقم ۳۴۸۲، ۳۴، باب الحاق الولد بالفراش الخ، وابن ماجۃ فی السنن، فی النکاح، الحدیث رقم ۲۰۰۶، باب الولد للفراش الخ، والدرمی فی السنن، فی النکاح، الحدیث رقم ۲۲۳۵، باب الولد الفراش، ومالک فی الموطا، الحدیث رقم ۲۲، من کتاب الاقضیہ، باب القضاء بالحاق الولد بابیہ، واحمد فی المسند، المجلد ۶، الصفحۃ ۱۲۹)

قرآن وسنّت کے عین مطابق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم کو لے کر حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰیهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا (پارہ۱۵،سورہ الکہف،آیت ۶۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاوں۔

لِفَتٰیهُ سے یوشع بن نون بن افراہم بن یوسف علیہ السلام مراد ہیں۔ بندہ ولایت میں کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کسی کامل کے ہاں جا کر گھٹنے نہ ٹیکے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں تحقیقی قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور خود حضور ﷺ ہر سال شہداءِ اُحد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے چنانچہ فتاویٰ شامی میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ:

أنّ رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) كان يأتي قبور الشهداء بأُحد على رأس كلّ حول، ا

یعنی بے شک نبی ﷺ ہر سال شہداءِ اُحد کے مزارات پر تشریف لایا کرتے تھے۔

(ردالمحتارعلی الدرالمختار،المجلد۳، کتاب الصلوٰۃ ،باب ۱۹ ،صلاۃ الجنازۃ الطلب ،فی زیارۃ القبور)۔

اور مشکوٰۃ شریف ا میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا ۲

یعنی میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

اس حدیث کی شرح میں امام محی الدین نووی (المتوفی 276ھ) فرماتے ہیں: وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ زِيَارَتَهَا سُنَّةٌ لَهُمْ ۳

یعنی مزارات کی زیارت کرنا باتفاق علماءِ کرام سنّت ہے۔

ا مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الاول، عن بریدۃ، الحدیث رقم ۱۷۶۲ (۱) والفصل الثالث عن ابن سعود، الحدیث رقم ۱۷۶۹(۸)۔

۲ اخرجہ ابن ماجہ فی السنن، فی الجنائز عن ابی سعود، الحدیث رقم ۱۵۷۱، باب ماجاء فی زیارۃ القبور، واخرجہ مسلم فی صحیحہ، فی الجنائز عن بریدۃ الحدیث رقم (۱۰۵۔۹۷۷)، باب استئذن ان النبی ﷺ ربہ الخ، واخرجہ ابوداود فی السنن، فی الجنائز، الحدیث رقم ۳۲۳۵، باب زیارۃ القبور، والنسائی فی السنن، فی الجنائز، الحدیث رقم ۲۰۲۸، باب زیارۃ القبور، واحمد فی المسند ۴۴۱/۲، وابن شیبہ فی المصنف، فی الجنائز، الحدیث رقم ۲،۱، باب رقم ۱۴۵، من رخص فی زیارۃ القبور۔

۳ شرح صحیح مسلم للنووی المجلد ۴، الجزء (۷) کتاب الجنائز، باب استئذن ان النبی ﷺ ربہ الخ، الحدیث (۱۰۷۔۹۷۷) صفحہ ۴۰، مطبعۃ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، (۱۴۲۱ھجری۔۲۰۰۰ء)۔

اور"فتاویٰ شامی" میں ہے: وَأَمَّا الْأَوْلِيَاء ُفَإِنَّهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الْقُرْبِ مِنَ اللَّهِ -تَعَالَى ، وَنَفْعِ الزَّائِرِينَ بِحَسَبِ مَعَارِفِهِمْ وَأَسْرَارِهِمْ ؎۴

یعنی لیکن اولیاءاللہ تقرب الی اللہ اورزائرین کونفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معارف واسرار کے۔

اور" مقدمه شامی "میں ہے امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنِّي لَأَتَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ ، فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ قَبْرِهِ فَتُقْضَى سَرِيْعًا ؎۵

یعنی میں امام اعظم ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پرآتا ہوں اگر مجھےکوئی ضرورت پیش ہوتی ہےتو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اوران کی قبر کے پاس جاکراللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلدضرورت پوری ہوتی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: کل من یستمد فی حیاته یستمد بعد وفاته (احیاء العلوم)

یعنی ہروہ شخص جس سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جاتی ہےتو اس کے وصال کے بعدبھی اس سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

خوداُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے مزارمبارک کی مجاورہ تھیں اورکلید بردارلوگ آپ رضی اللہ عنہا سے حجرہ کھلواکرقبرِ انور کی زیارت کرتے تھے اورحضورصلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے مزار پاک کی زیارت کے لئے بمعہ صحابہ تشریف لے گئے چنانچہ "مشکوٰۃ شریف" میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ ؎۶

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اوراپنے اردگرد والوں کورُلادیا۔

یہ زیارتِ قبرِ انورکاواقعہ صلح حدیبیہ کےموقع پرہوا جب کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزارصحابہ تھے۔

لہٰذا مذکورہ احادیثِ صحیحہ اورفقہائے عظام کے اقوال واعمال سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہوا کہ تمام مسلمانوں کی قبروں کی

؎۴ رد المحتار علی الدرالمختار،المجلد ۳،کتاب الصلوٰۃ ،باب صلاۃ الجنائز ،مطلب: فی زیارۃ القبور،تحت قوله: وبزیارۃ القبور ، صفحہ۱۷۸، مطبوعہ: دارالمعرفۃ،بیروت الطبعۃ الاولی،(۱۴۲۰ ہجری ۔۲۰۰۰ء)۔

؎۵ ردالمحتار علی الدرالمختار،المجلد ۱،المقدمۃ ،مطلب: یجوزتقلید المفضول الخ تحت قولہ: سماہ الانتصار،صفحہ۱۳۵،مطبوعۃ: دارالمعرفۃ، بیروت،الطبعۃ الاولی،(۱۴۲۰ہجری ۔۲۰۰۰ء)۔

؎۶ اخرجہ ابن ماجہ فی السنن،فی الجنائز،الحدیث رقم ۱۵۷۲،باب ماجاء فی زیارۃ قبورالخ،والترمذی فی السنن،فی الجنائز بلفظ اٰخر،الحدیث رقم ۱۰۵۴،عن بریدۃ وقال حدیث بریدۃ حدیث حسن صحیح،باب ماجاء فی الرخصۃ فی زیارۃ القبور،وابوداود فی الجنائز،الحدیث رقم ۳۲۳۴،باب زیارۃ القبور،والنسائی فی الجنائز،الحدیث رقم ۲۰۳۰،باب زیارۃ قبرالمشرک،واحمد فی المسند،المجلد ۵،الصفحۃ ۳۵۵،المجلد ۲،الصفحۃ ۴۴۱)۔

زیارت کرنا ثواب ہے اوران کے مزارات پر دعا کرنا،نوافل پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورﷺمدینہ منورہ سے تشریف لے جا کرشہداء کواپنی زیارت سے مشرف فرماتے تھے۔

مزاراتِ اولیاء کی زیارت کا انکار وہابیہ کوہوتو بعیدنہیں لیکن اہلسنّت میں کسی کوبھی اس کا نہ انکارتھا نہ ہے۔خواہ تنہا حاضری دی جائے یا قافلہ کی صورت میں البتہ اگر انکار یااعتراض ہےتو دیگر مفاسد پر ہے مثلاً عورتوں کا سالباس پہن کر بھنگڑا ڈالنا اس پراہلِ قافلہ کا تمسخرانہ صورت میں سفر طے کرنا،جھومرڈالنا،ڈھول باجےلہوولعب جیسی کیفیت پیدا کردیناوغیرہ وغیرہ۔ ہاں عبورِراہ کے دوران درودوسلام اورورِدِکلمہ طیبہ اہلِ قافلہ کی زبان سے جاری ہواورمنزلِ مقصود پر پہنچ کرلہوولعب اور کھیل تماشا جیسے عام میلوں میں عوام کی عادت بن گئی ہیترک کرکے محافلِ مواعظ،مجالسِ قرآن مجیداوردرودوسلام قائم کرکے اُوقات بسر ہوں اور بخاری شریف کا ختم مبارک بھی سونے پرسہاگہ ہے۔ایسے ہی قافلوں کی واپسی کی کیفیت صوفیانہ ہورندانہ (آزادانہ) نہ ہو۔ایسے ہی فوٹوکشی یافوٹو اپنے پاس رکھناوغیرہ جیسے قبیح معاملات سے بچا جائے۔

اہلِ حق کے لئے مذکورہ دلائل کافی ہیں جب کہ منکرین کے لئے دفتر ناکافی ہیں۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمدفیض احمداُویسی رضوی غفرلہٗ)

یکم شعبان،1416ھ،سیرانی مسجد،بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله

سوال: کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے پیرومرشد کاانتقال 1986ء میں ہوا جگہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے سرکارپیرومرشد کے لئے ایک پیر بھائی کے مکان میں سرکارکودفنایا گیاچند برس گزرنے کے بعد وہاں سے سیم کا پانی نکلا جس کی وجہ سے دیواروں اورفرش جوکہ ماربل کا ہے سخت نقصان پہنچا۔اب تعمیرشروع کرنے کے لئے گڑھا کھودا تو ایک فٹ پردلدل کے آثار نمایاں ہوئے اور پانی زمین سے پھوٹ رہا تھا جس کی وجہ سے گڑھا پانی سے بھرگیااورتعمیرمیں حد درجہ مشکلات کا سامنا ہےاس کے علاوہ جس جگہ سرکارپیرومرشدکورکھا گیا ہے۔وہ جگہ بھی بہت تنگ ہے اسی دوران سرکار

نے کئی پیر بھائی اور بہنوں کو دیدار سے مشرف فرمایا اور واضح ہدایت فرمائی کہ مجھے یہاں سے منتقل فرمایا جائے۔ پیر بھائی ، بہنوں کے علاوہ سرکار نے اپنے سجادہ نشین کو بھی یہی ہدایات فرمائی لہٰذا آپ یہ فرمائیے کہ سرکار کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے اگر ایسا ہے تو شرعی نقطہ نگاہ سے اس کا کیا طریقہ عمل ہوگا؟ واضح رہے کہ کئی بزرگوں کو پانی کی وجہ سے منتقل کیا گیا ہے (جس کی مثال عراق اور مصر میں واقع ہوئی ہے)۔

منجانب: اہل سلسلہ دربار شاہ حسنین صابری

جواب: الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلي و نسلم علي رسوله الكريم

دفن کے بعد میت کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے ادیانِ سابقہ ولاحقہ کا تعامل اور بعض فقہاء کی تصریحات جواز کو قوت دیتی ہیں چنانچہ "مختار الفتاویٰ" میں ہے: نقل ا لميت بعد الدفن٥من بلد الى بلد ليس بحرام لورو الآثار دالناقل و الحافر لايكون اثما هو المختار

یعنی میت کو دفن کے بعد ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جانا حرام نہیں اس کے جواز میں آثار وارد ہیں اور میت کو لے جانے والا اور قبر سے نکالنے والا گنہگار نہ ہوگا یہی مختار مذہب ہے۔

زمانہ سابقہ میں بہت سے بزرگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے بے شمار واقعات مشہور ہیں مثلاً

(1) حضرت عارف عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ ابوالحسنین بن سمعون کا ھ میں وصال ہوا انہیں بغداد میں دفنایا گیا۔ تیس سال کے بعد انہیں قبر سے نکال کر عام قبرستان میں دفنایا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا۔

(2) خواجہ ابویعقوب ہمدانی جو کہ امام عارف وعالم ربانی اور صاحبِ کرامات تھے 535ھ "مرو" میں ان کا مزار مشہور اور زیارت گاہ عام ہے۔

(3) شیخ حمیدالدین بغدادی قدس سرہٗ 757ھ میں شہید ہوئے وہیں شہادت گاہ میں دفن کئے گئے پھر عرصہ بعد 823ھ میں انہیں تدفین کے لئے نیشا پور لایا گیا۔

(4) ایک درویش 838ھ میں قصبہ مالین میں فوت ہوئے۔ انہیں وہاں دفن کیا گیا بعد میں انہیں میرٹ کی عیدگاہ کے

سامنے دفنایا گیا اور وہاں ان کا مزار مشہور ہے دور دور سے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔

(5)"بیحة المربان" میں حضرت سید غلام علی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے محدث سمعانی مصنف مشارق الانوار کتاب الحدیث کے متعلق لکھا کہ پہلے بغداد میں مدفون ہوئے پھر ان کی وصیت پر انہیں مکہ شریف منتقل کر کے دفنایا گیا۔

(6) مخالفین کے امام ابن القیم نے اپنی ایک تصنیف "منتقی الاخبار" میں ایک مستقل باب باندھا ہے (ماینبش بغرض صحیح) یہ باب ہے اس مسئلہ میں کہ میت کو قبر سے غرض صحیح کی وجہ سے منتقل کرنا جائز ہے۔

(7) ابنِ القیم نے اس کے جواز پر متعدد روایات لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ایک جگہ مدفون تھے پھر انہیں اس قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفنایا گیا۔

(8) صاحبِ دلائل الخیرات کو قبر سے نکال کر دوسرے علاقے میں لے جانے کا واقعہ مشہور ہے جس پر مخالفین وموافقین سب کا اتفاق ہے اُنہوں نے 870ھ میں وفات پائی انہیں شہر ''سوس'' میں دفنایا گیا پھر 70 سال کے بعد سوس سے نکال کر مراکش میں دفن کئے گئے۔

صورتِ مسولہ میں صاحبِ مزار کی طرف سے اشارے بھی ہیں اور وہ جگہ بھی سیم کی زد میں ہے اس لئے ضرورت کے تحت صاحبِ مزار کو یہاں سے منتقل کر کے دوسری جگہ دفنانا جائز ہے۔

فقط عندی ھذا لجواب و اللہ تعالیٰ و رسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

5 شعبان، 1415ھ/ 7 جنوری، 1995ء ،سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰۃ و السلام علیك یارسول اللہ

سوال : داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے؟

جواب : داڑھی میں سفید بال نورِ الٰہی ہے اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے سے پیار فرماتا ہے لیکن عوام وخواص اس مرض میں مبتلا ہیں کہ سفید بالوں کو سیاہ کرتے ہیں خالص سیاہی پیدا کرنے والا خضاب داڑھی یا سر کے بالوں میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز ومکروہ تحریمی ہے۔"سنن ابی داود و نسائی" و "مشکوٰۃ شریف"[1] وغیرہ کتب احادیث مبارکہ میں ہے کہ

[1] رواہ احمد، عن ابن عباس، مسند الامام احمد، المجلد ۱، الصفحۃ ۲۷۳، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت

حضورﷺ نے فرمایا کہ " آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی جو اس سیاہی سے خضاب کرے گی تو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح اُن کے بال سیاہ ہوں گے یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے "

اور شیخ محقق شاہ عبدالحق مسئلہ خضاب کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

وبالجملہ خضاب بحناء باتفاق جائز است ومختار در سواد حرمت ست و کراھت

(اشعۃ للمعات)

یعنی مہندی سے بال رنگنا بالاتفاق جائز ہے اور مختار قول میں سیاہی سے رنگنا مکروہ تحریمی ہے۔

زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو احقر کی تصنیف "سیاہ خضاب" (مطبوعہ قطبِ مدینہ پبلشرز کراچی) ملاحظہ فرمائیے۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

جون، 1992ء، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

سوال: سرکاری انکم ٹیکس حکمِ زکوٰۃ رکھتا ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ومفتٰی بہ قول یہ ہے کہ انکم ٹیکس وغیرہ مطالبات سرکاری اداءِ زکوٰۃ میں شمار نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کے ادا کرنے سے زکوٰۃ ذمہ سے ساقط ہوگی اگر چہ وہ بہ نیت زکوٰۃ دیئے جائیں کیونکہ وہ نہ تو زکوٰۃ ہے اور نہ ہی لینے والے کو زکوٰۃ لینے کا حق ہے اور نہ ہی اُسے زکوٰۃ دینا صحیح ہے۔

"فتاویٰ شامی" میں ہے کہ أَمَّا لَوْ أَخَذَ مِنْهُ السُّلْطَانُ أَمْوَالًا مُصَادَرَةً وَنَوَى أَدَاءَ الزَّكَاةِ إلَيْهِ ، فَعَلَى قَوْلِ الْمَشَايِخِ الْمُتَأَخِّرِينَ يَجُوزُ . وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ وَبِهِ يُفْتَى ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ لِلظَّالِمِ وَلَايَةُ أَخْذِ الزَّكَاةِ مِنْ الْأَمْوَالِ الْبَاطِنَةِ . اهـ . أَقُولُ : يَعْنِي وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَايَةُ أَخْذِهَا لَمْ يَصِحَّ الدَّفْعُ إلَيْهِ وَإِنْ نَوَى الدَّافِعُ بِهِ التَّصَدُّقَ عَلَيْهِ لِانْعِدَامِ الِاخْتِيَارِ الصَّحِيحِ الخ [1]

یعنی بادشاہ اگر اصرار کے ساتھ مطالبہ کرکے اس سے مال لے لے اور وہ اس مال میں بادشاہ کی طرف ادائیگی زکوٰۃ کی

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، مطلب، فیما لوصادر السلطان جائز أ الخ

نیت کر لے تو متاخرین کے قول کی بناء پر ایسی صورت میں ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کرنا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ ظالم کو اموالِ باطنہ سے زکوٰۃ لینے کی ولایت نہیں۔ 1 ھ

علامہ شامی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ جب اُسے اموال زکوٰۃ لینے کی ولایت نہیں تو اُسے دینا بھی صحیح نہیں اگر چہ دینے والا اس پر تصدق کی نیت کر لے کیونکہ اختیار صحیح منہدم ہے۔

فقط عندی هذا لجواب واللّٰه تعالیٰ ورسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰة والسلام علیك یارسول اللّٰه

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا بیداری میں کسی سے ملاقات کرنا محال ہے۔ دلیل میں کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا وہ عالمِ برزخ میں ہیں انہیں عالمِ دنیا سے کیا سروکار؟

جواب: اس کے جواب میں فقیر کا رسالہ ہے "تحفة الصلحاء فی رویة النبی فی الیقظة والرویاء" یہاں بقدر ضرورت عرض ہے کہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ جنہیں دورِ حاضرہ کے عقلی گھوڑے دوڑانے والے بھی اپنا امام مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں: والنوع الرابع خص به الانبیاء والاولیاء ولهم الخیار فمنهم من یکون طوّافاً فی الارض متی تقوم الساعة کثیراً مایری فی اللّیل واظنّ الصدیق منهم و الفاروق والرسول ﷺ له اخیار فی طواف العوالم الثلاثة (الدرة الفاخره، صفحه ۱٤)

یعنی انبیاء کرام واولیاء عظام کی یہ خصوصیت ہے کہ انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ بعض تو ان میں سے قیامِ قیامت تک زمین میں طواف و سیر کرتے ہیں اور بہت سے حضرات رات کو دیکھے جاتے ہیں۔ جنابِ صدیق وحضرت فاروق رضی اللہ عنہما کو میں انہیں میں سے گمان کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کو تو عوالمِ ثلاثہ (دنیا، آخرت اور برزخ میں طواف وسیر فرمانے اور تشریف لے

جانے) کا اختیار حاصل ہے۔

نیز علماء دیوبند کے مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے بھی حضورﷺ سے ملاقات ہوسکنا اور آپﷺ کی زیارت کا بحالت بیداری ہونا تسلیم کیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے: فالروية يقظةً محققةً وانكارها جهلة

(فیض الباری،جلد ۱،صفحہ ۲۰٤)

یعنی بحالتِ بیداری نبی کریمﷺ کی زیارت ثابت ہے اوراس کا انکار جہل ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ آج وہی لوگ حضورﷺ کی زیارت سے مشرف ہو سکتے ہیں جنہیں محبت واطاعت کے ساتھ آپﷺ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ نسبت ہو یعنی اولیاء کرام کو کتبِ شرعیہ میں بہت سے ایسے ملتے ہیں جہاں اولیاء کرام کا حضورﷺ کے لقاءِ ظاہری سے مشرف ہونا اور اکتسابِ علوم واسرار کرنا ثابت کیا گیا ہے۔چنانچہ ملاحظہ ہو قطبِ ربانی سیّدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ”میزان الشریعہ“ جس میں اُنہوں نے امام جلال الدین سیوطی کا قول نقل کیا ہے جو اُنہوں نے اس شخص سے فرمایا جو ان کی بادشاہ سے سفارش چاہتا تھا فرمایا:

اعلم أخى إننى قد اجتمعت برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى وقتى هذا خمسا وسبعين مرة يقظة ومشافهة ولولا خوفى من احتجابه صلى الله عليه وسلم عنى بسبب دخولى للولاة لطلعت القلعة وشفعت فيك عند السلطان وإنى رجل من خدام حديثه صلى الله عليه وسلم وأحتاج إليه فى تصحيح الأحاديث التى ضعفها المحدثون من طريقهم ولا شك أن نفع ذلك أرجح من نفعك أنت يا أخى

(میزانِ الشریعہ مصری،جلد ۱،صفحہ ٤ ۱)

یعنی جان لے اے بھائی! میں رسول اللہﷺ کے دربار میں اس وقت تک بیداری میں بالمشافہ پچھتر (75) بار حاضر ہو چکا ہوں۔اگر مجھے حکام کے درباروں میں حاضر ہونے کی بناء پر حضورﷺ کے حجاب فرما لینے کا خوف نہ ہوتا تو میں قلعہ میں جاتا اور تیرے لئے بادشاہ کے پاس سفارش کرتا اور میں احادیث نبیﷺ کے خدام میں سے ایک شخص ہوں اور میں حضورﷺ کا اُن احادیث کی تصحیح میں محتاج ہوں جن کو محدثین نے اپنے طریقوں سے ضعیف قرار دیا ہے اور بیشک یہ نفع تیرے نفع سے زائد راجح ہے۔

اسی کتاب میں درج ہے: قدا شتهر عن كثير من الاولياء انهم كانو ايجتمعون برسول الله ﷺ كثيراً ويصدقهم اهل عصرهم على ذلك (ثم ذكر اسمائهم) وجماعة ذكرنا هم فى كتاب طبقات الاولياء

یعنی کثیر اولیاء سے یہ حدِ شہرت تک پہنچا ہے کہ وہ بکثرت رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوتے اور ان کے ہمعصر اس کی تصدیق کرتے۔ کتاب ”طبقاتِ اولیاء“ میں ہم نے ان میں سے ایک جماعت کا ذکر کیا اور ان کے نام ذکر کئے۔

آگے کی عبارت اسی کتاب میں ملاحظہ ہو:

وقد بلغنا عن الشیخ ابو الحسن الشاذلی وتلمیذہ الشیخ ابی العباس المرسی وغیرھما انھم کانو ایقولون لو احتجبت مناروية رسول اللہ طرفة ما اعددنا انفسنا من جملة المسلمین فاذا کان ھذاقول احادا لاولیاء فالائمة المجتھدون اولیٰ بھذا المقام (میزانِ الشریعہ، جلد ۱، صفحہ ٤١)

یعنی شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی اور ان کے علاوہ اولیاء کا قول ہم تک پہنچا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ہم سے پلک مارنے کی مقدار حضور ﷺ کی رویت محجوب ہو جائے (یعنی حضور ﷺ کی زیارت میسر نہ ہو) تو ہم اپنے آپ کو منجملہ مسلمین سے شمار نہ کریں۔ تو جب یہ قول آحاد اولیاء کا ہے ائمہ مجتہدین تو اس مقام سے بھی بالاتر ہوئے۔

غرض یہ کہ مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوگیا کہ حضورِ اکرم ﷺ حضراتِ اولیاء کرام سے آج بھی ملاقات فرماتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کا یہ مختار و پسندیدہ گروہ ہمیشہ حضور ﷺ سے حالتِ بیداری میں ملاقات کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور ہوتا ہے۔ یہ لوگ حضور ﷺ سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں نیز علوم و اسرار کے انکشاف میں حضور ﷺ سے مدد چاہتے ہیں نیز بیشمار اولیاء کرام کو بیداری میں زیارت ہوئی مثلاً شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بڑے محتاط محدثین نے بیان کیا ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ خواہش لے کر حاضر ہوئے کہ حضور ﷺ سلام کا جواب یوں دیں کہ اپنا دستِ مبارک بھی روضہ اطہر سے باہر نکالیں تا کہ میں اس کی زیارت کرسکوں اور چوم کر آتشِ عشق کو ٹھنڈا کرسکوں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اور امام نبھانی علیہما الرحمہ صراحۃً بیان فرماتے ہیں کہ شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب سلام عرض کیا تو مصافحہ اور دستِ مبارک کی زیارت کی خواہش پر روضہ مبارک سے دستِ مبارک باہر آ گیا اور مسجدِ نبوی میں موجود نوے ہزار زائرین نے حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی زیارت کی۔ اس واقعہ کو مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی کتاب ”افاضات یومیہ“ میں بیان کیا ہے۔ غرض یہ کہ اسی طرح ہر محبّ کے حسبِ حال اسے جواب سے نوازا جاتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ”السلام علیك یا امام الانبیاء“ یعنی اے نبیوں کے امام آپ پر سلام ہو تو جواب آتا اے میری اُمت کے امام تجھ پر

بھی سلام ہو۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حاضری دیتے اور الوداعی سلام عرض کرتے تو حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں سلام کا جواب بھی ملتا اور ساتھ یہ بھی فرماتے کہ خوش روی و باز آئی (جامی !خوش ہوجاؤاور ہمیں ملنے کے لئے پھرلوٹ کربھی آو)۱۸سال حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بےکس پناہ میں اسی طرح حاضری ہوتی رہی۔مزید واقعات فقیر کی کتاب "زائرینِ مدینہ" میں پڑھئے۔

فقط عندی هذا لجواب و الله تعالیٰ و رسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

23 محرم،1397ھ،سیرانی مسجد،بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة و السلام علیك یارسول الله

سوال: مسجد کےاندراذان کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب سے اسپیکر پراذان ہونے لگی ہے اذان مسجد کے اندرداخل ہوگئی ہے۔(یہ بھی ایک بدعت ہےلیکن اس بدعت پر لڑائی نہیں ہوئی)۔

حالانکہ احادیثِ مبارکہ کے مطابق فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کےاندرونی کمرہ(دالانِ صحن) کےاندراذان کومنع فرمایا اورمکروہ لکھا ہے۔(غنیه شرح منیه،صفحه۳۷۷)

الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد و الاقامة فی داخله [1]

یعنی اذان نہیں ہوتی مگرمنارہ پر یامسجد سے باہراوراقامت مسجد کےاندر۔

سومسجد کےاندراذان کا ہونا آئمہ نے منع فرمایا اورمکروہ تحریمی لکھا ہےاورخلافِ سنت ہے یہ زمانہ اقدس میں تھا ورنہ خلفائے راشدین میں نہ کسی صحابی کا عمل ہے۔ ہرشہر کےمسلمانوں کوچاہیے کہ اپنے شہر یا کم ازکم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کوزندہ کریں۔مسجدمسقّف (چھت والی) وغیرہ میں اذان مکروہ ہےاس لئے جہاں اسپیکر پرخرچہ کیا ہےاسپیکر کے لئے بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تیارکرکے مسجد سے باہراذان پڑھانے کا اہتمام کیجئے تاکہ دائمی کراہت سے بچ سکیں ورنہ اسپیکر خریدنے کا کیا فائدہ۔ فقط عندی هذا لجواب و الله تعالیٰ و رسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

[1] غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی ،سنن الصلوٰۃ اول السنن الاذان،مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور،صفحہ ۳۷۷

اکتوبر، 1990ء، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ پنجگانہ نمازوں کے لئے اذانیں خارج ازمسجد کا حکم آیا درست ہے؟ اب رہا جمعۃ المبارک کی دوسری اذان جو کہ خطبہ سے پہلے کہی جاتی ہے اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان مسجد میں یا کمرہ مسجد کے دروازے میں کہتے ہیں یہ کیوں؟ جب کہ یہ بھی اذان ہی ہے تو یہ مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے؟

گذارش ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان کا شرعی جو حکم ہے وہ بیان فرمادیں کہ موذن کہاں کھڑا ہوکر دوسری اذان کہے، کیا موذن کے قریب یا دور اسپیکر بھی رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

جواب: ہر اذان خارجِ ازمسجد ہو جمعہ کی دوسری اذان دراصل یہی اذان ہے جو زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتی تھی تا اضافہ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نام دوسری اذان عرفِ عام ہے جو اصالت (اصلیت) کو زائل نہیں کرتا یہی خطبہ سے پہلے والی اذان اصلی اذان ہے اور فقہائے کرام نے مسجد میں اذان کہنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی اور دیگر ہر اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ دیوبند کے فضلاء اور بعض سنّی علمائے کرام نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے زمانہ میں اختلاف کیا۔ جانبین سے متعدد رسائل وکتب تصنیف ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے زورِ قلم نے جملہ اہلسنّت کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیا کہ ہر اذان خارجِ ازمسجد ہو۔ اب پھر اسپیکر کی ایجاد سے اہلسنّت اور دیوبندیوں کے علاوہ اکثر فرقوں نے تمام حدیں توڑ کر مسجد میں اذان کہنی شروع کردی ہے اور یہ مکروہ ہے۔ اس کا گناہ عوام کو بعد میں ہوگا پہلے علماء کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ علمائے کرام کے لئے ضروری ہے کہ جہاں لاکھوں روپوں کے چندہ سے بہترین مساجد تیار کراتے ہیں وہاں اسپیکر کے لئے ایک علیٰحدہ کمرہ بھی تیار کرالیں۔ مسجد کی باہر والی دیوار سے تھوڑا سا نیچے ہٹ کر اذان کہی جائے کیونکہ دیوار اور اس کا پس وپیش کا تھوڑا سا حصہ عرفاً سجدہ گاہ نہیں اس لئے کہ اس کے احکام مسجدیت کے احکام سے مختلف ہیں۔

شیطانی چالیں سمجھنا کوئی آسان کام نہیں مگر شیطان ہر اس کام کی طرف راغب کرتا ہے جو قرآن وسنّت کے طریقے کے

خلاف ہومگر شیطان برگزیدہ انسان (یعنی شیطان کا ڈسا ہوا) اسے سمجھنے کے باوجود حق تسلیم نہیں کرتا بلکہ اپنے غلط موقف پہ ہی ڈٹ جاتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ شیطانی تمام چالوں کو سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اذان مسجد کے اندر کہنا خلافِ سنّت ہے فقہاء نے مسجد میں اذان کہنے کو مکروہ لکھا ہے مگر اسپیکر کی ایجاد نے کئی مولویوں کو محض اسپیکر کی حفاظت کے بہانے مسجد کے اندر اذان کہنے کی طرف راغب کر دیا ہے اور اس مکروہ فعل اپنانے کی ترغیب دی جس پہ کئی لوگ عمل پیرا ہوئے یہاں تک کہ آج کل اس مکروہ فعل کی طرف اکثر کا دھیان ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مکروہ فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط عندی هذا لجواب واللّٰه تعالیٰ ورسوله الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

26 ذوالحجہ، 1407ھ بروز ہفتہ/سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام عليك يارسول اللّٰه

سوال: اکثر دیہاتوں میں لوگ چرم قربانی مسجد کے خطیب وامام کو دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اب شہروں میں بھی بعض لوگ دوسرے مصارف میں سے یہ نیک مصرف سمجھ کر علماء کو ہی دیتے ہیں کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ تو اب خطیبِ شہر جو ماہوار وظیفہ بھی پاتا ہے اس کی خدمت میں چرم یا قیمت دی جاسکتی ہے یا عالمِ دین خود نیک مصرف خیال کر کے مانگ سکتا ہے اس سلسلے میں کھالیں دینے والے یا پانے والے شرعی مجرم تو نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ واقوالِ فقہائے کرام کی روشنی میں مسئلہ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(محمد فیض الحسن قادری رضوی، جامع مسجد واربرٹن، ضلع شیخوپورہ، 12 ذی الحجہ شریف، بروز ہفتہ)

جواب: الجواب منه الهداية والصواب

قربانی کی کھال قربانی والے کی مِلک ہے خواہ وہ خود مصرف میں لائے چاہے کسی اور کو دیدے ہاں بیچ کر اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ وہ کسی اور کو دے دے کہ اس کا بیچنا تموّل (دولت مندی) میں شامل ہو گیا اگر بیچنے والے کی نیت اپنے لئے ہوگی تو یہ مال خبیث میں شامل ہوگا جو مقدس مصارف میں خرچ نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ ایسی صورت میں یہ مال مساجد اور مدارس پر خرچ نہیں ہوتا اگر بیچنے والے کی نیت فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی تھی تو وہ جسے چاہے مستحق سمجھ کر دے سکتا ہے خواہ وہ عالمِ دین ہو خواہ امامِ مسجد یا کوئی اور ہو۔ اس مسئلہ کی تحقیق "فیوضاتِ الحامدیه فی تعمیر المساجد" میں ہے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

26 ذوالحجہ، 1407ھ بروز ہفتہ، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

سوال: ختم شریف کا موجودہ طریقہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لہٰذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے؟

جواب: یہی سوال وہابیوں، دیوبندیوں کا مذہب ہے اگر یہ سوال سرے سے غلط ہو جائے تو ان کا مذہب ڈوب جائے گا سوال اسی لئے غلط ہے کہ ہزاروں مسائل ہیں جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہ تھے تو کیا وہ بھی گمراہی ہے مثلاً مسجد کے مینار ومحراب، موجودہ قرآن کی تیس پاروں کی تقسیم اور ہر ایک کے علیٰحدہ علیٰحدہ نام اور اعراب زبر، زیر، پیش، شدومد وغیرہ تو یہ کئی اُصول اسلام کے تحت جائز ہیں تو ختم شریف بھی اسلامی اُصول سے جائز ہے۔

اُصولِ اسلام

بدعت دوقسم کی ہیں۔(1) حسنہ، (2) سیّئہ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ للمعات" (1) جلداول، باب الاعتصام زیرِ حدیث "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" میں فرماتے ہیں کہ آنچہ موافق اصول و قواعدِ سنّت است وقیاس کردہ شدہ است، آں رابدعت حسنہ گویندو آنچہ مخالف باشد باعثِ ضلالت گویند

یعنی جو بدعت اُصول وقواعدِ سنّت کے موافق ہو اور اس سے قیاس کی ہوئی ہو اس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور اس کے خلاف گمراہی یعنی بدعتِ سیّئہ۔

تائید مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، فصل اوّل میں خود حضور ﷺ نے مذکورہ اُصول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِى الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ

[1] اخرجہ مسلم، فی صحیحہ، فی العلم، حدیث رقم (۶۹-۱۰۱۷)، باب من سن سنۃ حسنۃ الخ، واخرجہ النسائی فی السنن، فی الزکاۃ حدیث رقم ۲۵۵۰، باب التحریض علی الصدقۃ، واخرج نحوہ الترمذی فی السنن، فی العلم عن حذیفۃ حدیث رقم ۲۶۷۵، باب ما جاء فیمن دعا الی ھدی فاتبع الی ضلالۃ، وقال ابوعیسی ھذا حدیث حسن صحیح، وابن ماجۃ فی السنن فی المقدمۃ، الحدیث رقم، باب من سن سنۃ اوسیئۃ، احمد فی المسند، المجلد ۴، الصفحۃ ۳۵۹)

شَيْئًا ، وَمَنْ سَنَّ فِى الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا [1]

یعنی جوکوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کواس کا ثواب ملے گا اوران کا بھی جو کہ اس پر عمل کریں گے اوراس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جوشخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے گا اس کواس کا گناہ بھی ہے اوران کا بھی جواس پر عمل کریں اوراس کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث میں بدعت کولفظِ سنّت سے تعبیر کیا گیا ہے اوراس کی دو قسمیں ''حسنہ'' اور ''سیئہ'' ظاہر ہیں جن کودوسرے الفاظ میں ''بدعتِ حسنہ'' اور ''بدعتِ سیئہ'' کہتے ہیں جس بدعت کی اسلام میں مذمت کی گئی ہے وہ ''بدعتِ سیئہ'' ہے اور جس پر عمل ہورہا ہے وہ ''بدعتِ حسنہ'' ہے۔

مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ '' ختم شریف مدلل ''(مطبوعہ: مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور) کا مطالعہ کیجئے۔

فقط عندی هذا لجواب و الله تعالیٰ و رسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

23ربیع الاوّل، 1413ھ/سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة و السلام عليك يارسول الله

سوال: کیا نماز کے بعد زور سے لا الٰہ الا اللہ کہنے کا ثبوت ہے جیسے ہماری مساجد میں ذکر ہوتا ہے اسے بعض لوگ بدعت کہتے ہیں؟

جواب: بدعت کہنا تو عام عادت وہابیوں اور دیوبندیوں کی ہے ہر وہ فعل وعمل جو ہم اہلسنّت کریں گے وہ ان کے نزدیک بدعت ہے خواہ اس کا ثبوت احادیثِ صحاح سے ہو چنانچہ نماز کے بعد ذکرِ بالجہر کو بھی وہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے:

[1] اخرجہ البخاری فی صحیحہ، فی الاذان، حدیث رقم ۸۴۲، باب الذکر بعد الصلاۃ، ومسلم فی صحیحہ فی المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث رقم (۱۲۰۔۵۸۳)، باب الذکر بعد الصلاۃ، وابوداود فی السنن، فی الصلاۃ، حدیث رقم ۱۰۰۲، باب التکبیر بعد الصلاۃ، والنسائی، فی کتاب السھو، حدیث رقم ۱۳۳۵، باب التکبیر بعد تسلیم الامام مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الاوّل، حدیث رقم ۹۵۹۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ [1]

اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ [1]

یعنی حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور ﷺ کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ صغرسنی کے بعض اُوقات جماعتِ نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے لیکن نماز کے اختتام کا پتہ دیا کہ فراغت ذکرِ بالجہر پر ہوتی۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "ذکر بالجھر" میں دیکھئے۔

فقط عندی هذا لجواب واللّٰه تعالیٰ ورسولهٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

13 ذیقعد، 1387ھ/ سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام عليك يارسول اللّٰه

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں صلوٰۃ وسلام کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے ایک مسجد کا امام کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اس کا ثبوت دکھاؤ؟

جواب: یہ امام سنّی معلوم نہیں ہوتا ہے کیونکہ صلوٰۃ وسلام کے لئے اس قسم کے سوالات وہابیہ اور دیابنہ کے دل سے اُبھرتے ہیں ورنہ اس کا ثبوت قرآن مجید میں صاف ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والوان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

آیتِ مبارکہ میں "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا" عام ہے کھڑے، بیٹھے، زور سے، آہستہ، مل کر، تنہا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات واحادیث مبارکہ کا اسلامی قاعدہ ہے کہ: اَلْمُطْلَقَ يَجْرِىْ عَلَى إِطْلَاقِهٖ۔

(رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، الجزء ٢٦، الصفحة ٤٥١، موقع الإسلام)

یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ اُصولِ فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔دوسرا یہ کہ صلوٰۃ وسلام کا بھی ذکر میں شمار ہے۔

کمال قال اللہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پارہ۱۳،سورہ الرعد،آیت ۲۸)

ترجمہ: سن لواللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں: قَالَہٗ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَہٗ [1]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کے ذکر میں دلوں کا چین ہے۔

ویسے محدثین کرام رحمہم اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ذکرِ حق کہا ہے اور حدیث شریف میں ہے:

ذِکْرُ الْأَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ

(الجامع الصغیر،الجزء۲، الصفحة ۱٦٦، الحدیث ٤٣٣١، دار الفکر للطباعة و النشر و التوزیع بیروت

جامع الاحادیث،باب حرف الذال،الجزء۱۳، الصفحة ٤٠)

یعنی انبیاء کرام کا ذکر عبادت ہے۔

اس معنٰی پر ذکر کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ قرآن مجید میں ہے کہ

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ الآیۃ (پارہ۵،سورہ النساء،آیت ۱۰۳)

ترجمہ: تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

اس پارٹی کو عموماً یہ خیال گزرتا ہے کہ اس طرح صحابہ کرام نے نہیں پڑھا اور نہ ہی تابعین و آئمہ مجتہدین سے منقول ہے یہ ان کی غلط خیالی صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات میں ہے ورنہ ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا نام و نشان تک احادیث میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات میں نہیں ملتا اور نہ ہی آئمہ مجتہدین سے منقول ہے مثلاً نماز کی نیت زبان سے کرنا بدعت ہے [1] صدیوں بعد کو شروع ہوئی۔تلاوت کے بعد صدق اللہ العلی العظیم پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن مجید پر اعراب (زبر،زیر،پیش،شدّ وغیرہ) لگانا اور اسے تیس پاروں پر تقسیم کرنا (الاتقان) اس کے مزید دلائل اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتاب "اقامة القیامه" میں ہیں۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

15 رمضان، 1401ھ،سیرانی مسجد،بہاول پور پاکستان

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،المجلد ۱،القسم الاول،الفصل الاول،فیما جاء فی المدح والثناء،صفحہ۳۰،مطبوعۃ دارالارقم،بیروت۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الصلوٰة و السلام عليك يارسول الله

سوال: ہمارے ہاں ایک پیر صاحب ہیں وہ داڑھی منڈاتے ہیں،نماز بالکل نہیں پڑھتے لیکن اُن سے خرق عادت اُمور کا صدور بھرپور ہو رہا ہے کیا ہم انہیں ولی اللہ مانیں یا نہیں؟

جواب: شریعت کا مخالف کبھی ولی اللہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ولی الشیطان ہے اس سے جو خرقِ عادت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے وہ سب من جانب الشیطان ہے۔اس بارے میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیرِ کبیر" میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کے ہاتھ پر کوئی خرقِ عادت فعل ظاہر ہو تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اُس کے ساتھ دعویٰ بھی ہوگا یا دعویٰ نہ ہوگا۔اگر دعویٰ ہوگا تو اس کی کئی قسمیں ہیں یا تو اُس میں (1) خدائی کا دعویٰ ہوگا،(2) یا نبوت کا (3) یا ولایت کا (4) یا جادو وغیرہ کا، یہ چار قسم ہوئے۔

(1) خدائی دعویٰ ہے سو اس قسم کے مدعی کے ہاتھ پر خارقِ عادات بغیر کسی معارضہ کے ظاہر ہونا جائز ہے جیسے کہ نقل کیا گیا ہے کہ فرعون خدائی کا مدعی تھا اس کے ہاتھ پر خرقِ عادات کا ظہور ہوتا تھا اور ایسے ہی دجال کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ ایسے مدعی کا دعویٰ اور اس کی خلقت ہی بتلاتی ہے کہ یہ سراسر جھوٹا،کاذب اور دروغ گو ہے لہٰذا اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کے ظہور سے اُس کی صداقت کا وہم تک بھی نہیں ہوتا۔

(2) نبوت کا دعویٰ ہے اور یہ بھی دو قسم پر تقسیم ہے کیونکہ یہ مدعی سچا ہوگا یا جھوٹا۔اگر سچا ہے تو اُس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ضروری ہے لیکن جو مدعی جھوٹا ہے اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور جائز نہیں اور ظہور کی تقدیر پر اس کا معارضہ ضروری ہے۔

(3) ولی سے خرقِ عادت ظاہر ہوا اگر ولی سچا ہے تو اُس سے خرقِ عادت کا ظہور بالکل برحق ہے۔

(4) مدعی جادو کے ہاتھ پر خرقِ عادت ظاہر ہو سو یہ بھی جائز ہے مگر معتزلہ اس میں مخالف ہیں۔قسم اوّل کے اقسام ختم ہوئے اب دوسری قسم کے اقسام سُن لیجئے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی انسان کے ہاتھ پر بغیر کسی دعویٰ کے خرقِ عادت ظاہر ہو پھر یہ انسان یا تو خدائے تعالیٰ کے نزدیک صالح اور نیک بخت ہوگا یا فاسق وفاجر۔

پہلی صورت: پہلی صورت تو وہی کرامتِ اولیاء ہے جس کے جواز پر ہمارے علماء متفق ہیں۔

دوسری صورت: یعنی فاسق وفاجر کے ہاتھ پر خرقِ عادت ظاہر ہونا اسی کا نام استدراج ہے۔

آج کل ہمارے لوگ اس فرق کو نہ سمجھ کر جس سے کوئی بھی خرقِ عادت امر ظاہر ہو یہاں تک کہ تعویذ، جھاڑ پھونک سے فائدہ پاتے ہیں تو اسے ولی اللہ سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ دعویدار اسی طرح سے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے یہ سچے اور صحیح مشائخ وعلماء کا فرض ہے کہ عوام کو بتائیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہو۔ خلافِ شرع ہو کر جو پیری مریدی کا دھندا کرتا ہے وہ پیر نہیں لٹیرا ہے اس سے دور رہنا فرض ہے ورنہ قیامت میں پچھتاؤ گے۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

11 محرم، 1398ھ/سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام علیك یارسول الله

سوال: نذر تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے لیکن عوام پیروں فقیروں کے لئے مانتے ہیں یہ اعتراض بجا ہے یا بے جا؟

جواب: بے جا اس لئے کہ مخالفین دھوکہ دے کر بہکاتے ہیں درحقیقت ہم اہلسنّت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نذر (منت) غیر اللہ کے لئے شرک ہے۔ ہاں اولیاء کرام یا انبیاء عظام (علیہم السلام) کو وسیلہ لایا جاتا ہے چنانچہ ہمارے عوام ہوں یا خواص منت مانتے وقت زبان سے یا دل میں یوں کہتے ہیں یا اللہ! یہ کام ہو جائے تو میں اتنی خیرات فلاں ولی اللہ کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے تیری راہ میں خرچ کروں گا پھر اولیاء اللہ کے لئے کہنا یا اسے فلاں کی نذر ونیاز بولنا مجاز ہے جو طریقہ فقیر نے لکھا ہے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ حضرت مریم کی نذر کا ذکر قرآن مجید میں بھی اسی طرح ہے چنانچہ ملاحظہ ہو، رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ۔ لآیۃ (پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۵)

ترجمہ: اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے۔

دیکھئے آیت میں صاف ہے کہ حضرت مریم نے نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہے لیکن اس میں وسیلہ بیت المقدس کو بنایا ہے کیونکہ دستور تھا کہ بیت المقدس کے خُدام لڑکے ہوا کرتے تھے۔ اب حضرت مریم نے بھی بچے کی دعا کی تو بیت المقدس کو وسیلہ بنا کر اور ہم بھی اپنی آرزو بارگاہ حق سے چاہنے میں اس کے پیاروں کا وسیلہ کریں تو اس میں کون سی قباحت ہے۔

چنانچہ ہمارے طریقہ ادائیگی سے بھی اہلِ انصاف ہمارے دعوے کے مطابق دلیل پاسکتے ہیں ۔ہم منذورہ (نذر مانی ہوئی) شے پر قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دعا میں وہی کہتے ہیں جو ایصالِ ثواب میں ہوتا ہے اور اگر وہ ایسے ہی تقسیم کرنے

کی ہوتی ہے تب بھی دعا کے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے۔

مفسرین کرام ومحدثین حضرات بھی ہماری تائید میں ہیں چنانچہ حضرت ملاّ جیون مصنف راہِ نور "تفسیراتِ احمدیہ" میں لکھتے ہیں : ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كماهو الرسم فی زماننا حلال طيب لانه لايذكر اسم غير الله عليه وقت الذبح وان كانو اينذرونهاله [1]

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے نام پر نذر کردہ گائے حلال وطیب ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے کیوں کہ ذبح کے وقت اس پر غیراللہ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کے لئے نذر کی گئی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ مال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبحہ کے وقت غیراللہ کا نام نہیں لیا جاتا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خالص فیصلہ نام لے کر دیا۔ اس کتاب کے مصنف علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب وعجم کے علماء کے استاد ہیں۔ تمام مخالفین بھی ان کو مانتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عالمگیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذِ محترم ہیں۔ بہرحال نذر معروف شرعاً جائز ہے اور ہمارا اطلاق علی الانبیاء و الاولیاء عرف پر مبنی ہے۔

حضرت رفیع الدین محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ: آنکه لفظ نذر که آنجا مستعمل مے شود نه بر معنی شرعی است که ایجاب غیر واجب است که آنچه پیش بزرگان مے برندنذر ونیاز می گویند۔ (رسالہ النذر)

یعنی لفظ نذر جو اس جگہ مستعمل ہوتا ہے یہ نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی کہلاتی ہے جو ان بزرگوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اسے نذر ونیاز کہتے ہیں۔

اور فتاویٰ کی کتب میں اس کی تصریحات تو بیشمار ہیں نمونہ کے طور پر چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(1) حضرت علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ "صاحبِ ردالمحتار"، جلد اوّل [2] میں فرماتے ہیں:

ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم جائز

یعنی کسی نے منت مانی تیل یا شمع کی اولیاء کی تعظیم کے لئے اور اُن کی محبت کے لئے کہ اس سے اُن کے مزار پر روشنی کرے گا تو یہ منت ماننا جائز ہے۔

(2) شامی، باب الذبح [3] میں ہے: وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الذَّبْحِ

[1] التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الایات الشرعیۃ، البقرۃ، قولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ، صفحہ ۴۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ، پشاور۔

[2] الردالمحتار علی الدرالمختار، المجلد ۹، کتاب الذبح، تحت قولہ والمیقد مھا الخ، صفحہ ۵۱۶، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء

[3] الردالمحتار علی الدرالمختار، المجلد ۹، کتاب الذبح، تحت قولہ والمیقد مھا الخ، صفحہ ۵۱۶، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء

یعنی جاننا چاہیے کہ حلت وحرمت کا دارومدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

3)عالمگیری ،باب الذبح [1] میں ہے:

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارھم أو الکافر لإلھتھم تؤکل لأنه سمی الله تعالی

یعنی مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جوان کے آتش کدہ کے لئے یا کافر کی بکری جوان بتوں کے لئے تھی ذبح کی وہ حلال ہے۔کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔

اسی طرح ''تتارخانیه''می ں''جامع الفتاوی'' سے نقل کیا ہے۔

دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے،گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرانا دونوں فاسد مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے زبان سے ''بســـــم اللّٰہ''کہہ ذبح کیا ہے لہٰذا حلال ہے۔کہیے گیارہویں شریف یا میلاد شریف کا بکرا اُس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام،الحمدللہ بخوبی ثابت ہوا کہ گیارھویں شریف وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعثِ ثواب۔

فقط عندی ھذا لجواب و اللہ تعالیٰ و رسولہٖ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰة و السلام علیك یارسول اللہ

سوال: شب برات کے احکام کیا ہیں؟

جواب: شب برات میں قرآن مجید آسمانِ اوّل میں اُترا۔اس رات ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے مگر بدقسمت لوگ اس رات کو آگ اور آتش بازی سے کھیل کود کر گزار دیتے ہیں بلکہ پٹاخے چلا چلا کر عبادت گزاروں کو بھی سکون سے عبادت نہیں کرنے دیتے۔

آتش بازی کی لعنت : نصف شعبان کو جہاں تک ایصالِ ثواب اور مبارک باد کا تعلق ہے یہ سب کچھ جائز و مستحب ہے لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ رنگ برنگ کی آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اور یہ سلسلہ ساری رات جاری رہتا

[1] الفتاویٰ الھندیة ،المجلد ۵ ،کتاب الذبح ،الباب الاول فی رکنه وشرائطه الخ ،اما حکمھا ،صفحه ۳۵۴ ،مطبوعة دارالکتب العلمیة بیروت ،الطبة الآولی ۱۴۲۱ھ ،سنه ۲۰۰۰ تعالٰی ویکرہ للمسلم کذا فی التتارخانیة ناقلاً عن'' جامع الفتاوی''

ہے اس کا نام شبِ بیداری نہیں بلکہ اپنے اعمال کی بربادی ہے۔اللہ تعالیٰ تو آسمان سے انوارِ رحمت برساتا ہے اور مسلمان نیچے سے آگ اُوپر کی طرف چھوڑ کر خدا کے عتاب کا موجب بنتا ہے گویا خدا کہتا ہے کہ آج کی شب تم پر میرے انوار کی بارش ہوجائے اور آتش بازی کرنے والے مسلمان کہتے ہیں نہیں ہمیں آگ سے کھیلنے دو، مرنے دو، جلنے دو، سڑنے دو، کیونکہ مشہور مثال ہے کہ جیسی نیت ویسی مراد۔

پاکستان کا رواج: اس کے بعض صوبوں میں رواج عام ہے کہ اس رات کو اکثر لوگ غفلت اور لہوولعب میں گزارتے ہیں کہ سیر وتفریح کی غرض سے جنگلوں اور دریاوں کی طرف نکل جاتے ہیں کوئی علی الصبح جاتا ہے کوئی رات کو چلا جاتا ہے اور بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ دریاوں میں سفارشی پرچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نام لکھ کر بہا دیتے ہیں یہ بدعت واختراع ہیں اُس سے پرہیز کرنا چاہیے۔اس کی کوئی اصل نہیں کسی کتاب سے یہ باتیں ثابت نہیں ہیں ایسے ہی اُمور کو بدعاتِ سیئہ کہا جاتا ہے انہی بدعات سے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ ایسی بدعات پر قیاس کرکے قرآن واحادیث سے ثابت شدہ اُمور کو بدعات کا فتویٰ لگا کر عوام کو بہکانے کی خام کوشش کرتے ہیں۔

فقہائے کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ اس رات ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس کی عمر کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے اس لئے مستحب یہ ہے کہ چودہ شعبان کی نمازِ عصر کے بعد ہر مسلمان ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرے اور اپنے کہنے اور سننے کی معافی ایک دوسرے سے چاہے کیونکہ نہ معلوم آج کی رات کس کی زندگی کا چراغ گُل ہوجائے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللّٰہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ

سوال: ہرسال ۲۲ رجب کو اکثر سُنّی مسلمان سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کے لئے اپنے گھروں میں حلال اور پاک اشیاء گھی، چینی، میوہ سے بنی میٹھی پوریاں جنہیں عام طور پر کونڈے کہا جاتا ہے، غریب، مساکین اور عزیز رشتہ داروں کو بڑے اہتمام سے کھلاتے ہیں کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب : نہ صرف جائز بلکہ اجر و ثواب ہے۔ ایصالِ ثواب کے لئے یہ ضروری ہے نہیں کہ وہ دن اسی ہستی کا یومِ ولادت یا یومِ وصال ہی ہو جب چاہے، جس دن، جس تاریخ کو چاہے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ ہر کام مثلاً شادی بیاہ، جلسہ وجلوس وتبلیغی اجتماع کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے لہٰذا رجب کو سُنّی مسلمان نے سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کا دن مقرر کرلیا ہے۔ الحمدللہ کوئی سُنّی مسلمان صحابیِ رسول سیّدنا حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی یا ان سے بغض وحسد کی بنا پر کونڈے نہیں کرتا۔

اگر کسی رافضی نے ایسا کیا تھا تو وہ اس کا فعل تھا۔ ہماری نیت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتی ہے بلکہ ہمارا تو ایمان ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں طعنہ زنی کرے وہ جہنم کا کتا ہے لیکن پھر بھی اس کا دل اگر اس بات پر مطمئن نہ ہو کہ آخر جب سیّدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یومِ وفات ہے تو اس دن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کیوں دلائی جائے تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ رجب کے کونڈوں پر ان دونوں بزرگوں کی فاتحہ دلا دی جائے۔ اس کارِ ثواب (فاتحہ) کو بالکل بند کردینا مناسب نہیں اور فاتحہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف کونڈے ہی کئے جائیں کسی بھی کھانے کی حلال اور پاک شے پر فاتحہ دلا سکتے ہیں۔

یہ خیال بھی غلط ہے کہ اسی دن شیعہ کونڈے کرتے ہیں ان سے تشابہ ہوگا۔ نیکی کا کام کسی تشابہ سے نہیں روکا جا سکتا اور نہ ہی کوئی ضروری ہے جہاں لوگ کرتے ہیں اچھا عمل ہے۔ مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ''کونڈے'' دیکھئے۔

فقط عندی هذا لجواب واللہ تعالٰی ورسولہٖ الاعلٰی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

نومبر، 1998ء، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

سوال: کیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم رُتبہ میں مساوی ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یا ان کے مدارج میں کچھ فرق ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحابِ ثلاثہ سے افضل سمجھنا کیسا ہے؟

جواب :اہلسنّت کا اجماع ہے کہ بعد الانبیاء فضیلت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ گمراہ بے دین ہے۔مصرعہ مذکورہ بھی غلط ہے اگرچہ اس کے قائل کو کافر یا گمراہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے۔اہلسنّت کے اکابر کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) سیّدنا امامِ اعظم کی "فقہ اکبر" میں ہے: افضل الناس بعد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق ،ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان، ثم علی بن ابی طالب (رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین) [1]

یعنی لوگوں میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد (اور اس کی شرح میں ملّا علی قاری لکھتے ہیں افضل الناس بعدالانبیاء) یعنی لوگوں میں انبیاء (علیہم السلام) کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی طالب ہیں۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(2) "وصایا شریف" امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری لمحات میں تحریر فرمایا، مطبع مجتبائی 1306ھ بسعی مولانا وکیل احمد سکندر پوری بان افضل امة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم علی (رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین) بقولہ تعالی

یعنی ہمارے نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان پھر علی ہیں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (وَ السّٰبِقُوْنَ)

وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (10) اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (11) فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (12) (پارہ ۲۷، سورہ الواقعۃ، آیت ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے۔وہ تو سبقت ہی لے گئے وہ مقربِ بارگاہ ہیں۔

(3) "غنیۃ الطالبین" [2] منسوب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ میں ہے:

افضل الاربعة ابوبکر ،ثم عمر ،ثم عثمان ، ثم علی

یعنی چاروں خلفاء میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

(4) "شرح عقائد مجتبائی" 107ھ 'خیالی' حاشیہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، صفحہ ۱۴۴ میں ہے:

"افضل البشر بعد نبینا" (والاحسن ان یقال بعد انبیاء) "ابوبکر، ثم فاروق، ثم عثمان ،ثم علی المرتضی" (رضی اللہ عنہم) "ھکذا فی

(میزان العقائد، صفحہ ۱۲۲، شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمة اللّٰہ علیہ)۔

یعنی ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد (اور احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد) افضل بشر ابوبکر، پھر فاروقِ اعظم، پھر عثمان،

[1] الفقہ الاکبر مع شرحہ لملاعلی القاری صفحہ ۲۳۔۲۱، مطبوعۃ قدیمی کتب خانہ، کراچی

[2] غنیۃ الطالبین، المجلد ۲، باب العقائد والفرق الاسلامیہ، فصل فی الفضل الامۃ المحمدیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

پھر علی المرتضیٰ ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ و جملہ انبیاء (علیہم السلام) کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

(5) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت امیر را افضل از صدیق اکبر (رضی اللّٰہ عنہ) گوید از جرگہ اهلسنّت می برآید

یعنی جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دے تو وہ اہلسنّت سے خارج ہے۔

(6) شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی" تحفة اثناء عشریه" (مطبوعہ نول کشور لکھنو) میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی منافق نے اپنی گمراہ جماعت کو سب سے پہلے یہی عقیدہ سکھایا کہ حضرت علی، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں اس پروہ جم گئے پھر اصحابِ ثلاثہ سے بدگمان کیا جب شیرِ خدا کو اس کا علم ہوا تو اس گمراہ جماعت کو مع ابنِ سباء کے آگ میں جلانے کی دھمکیاں دیں اور ان کو توبہ کے لئے کہا اور پھر ان کو مدائن میں جلا وطن کردیا۔ (انتہی)

(7) مفتی محمد سعد اللہ نے حاشیہ "مـالا بـدمـنـه" میں بحوالہ "شـرح الـمـواقف" لکھا ہے اور علامہ کمال بن ہمام نے "مساعره"، "شرح محابره"، "امیر الـدین قاسم حنفی، مطبوعه مصر، صفحه۳۶۷، بحواله کتب حدیث صحاح" مفصل بیان فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے" مـالا بـدمـنـه" "کتابُ الایمان" صفحه نمبر۱۰ میں فرمایا ہے: بـاجـمـاع صحابه و نصوص ثابت است که ابوبکر افضل اصحاب است پستر وهمه اصحاب ابوبکر راافضل دانسته باوے بیعت کردندو به اشاره ابوبکر برخلافتِ عمر بعد ابی بکر بنابر فضل او اجماع کردند وبعد عمرِ سه روز صحابه مشوره کرده عثمان را افضل دانسته بر خلافتِ او اجماع کردند باوے بیعت نمودند بعد عثمان همه اصحاب مهاجرین وانصار که درمدینه بودند به علی مرتضیٰ بیعت کردند (رضی اللہ عنہم)

یعنی حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں اور ان کی فضیلت پر جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے۔ صحابہ نے افضل جان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت حاصل ہے وہ خلیفہ دوم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے تین دن بعد تمام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ پاک کے مہاجرین وانصار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلیفہ مانا۔ (رضی اللہ عنہم)

(8) امامِ اہلسنّت مجدددین وملّت سیّدنا اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان نوراللہ مرقدہ "ردالرفضہ" [1] میں لکھتے ہیں "فتح القدیر شرح ھدایۃ" مطبع مصر، جلد اوّل، صفحہ ۲۴۸، اور "حاشیہ تبیین" العلامہ احمد الشلبی، مطبوعہ مصر، جلد اوّل، صفحہ ۱۳۵ میں ہے: مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَی الثَّلَاثَۃِ فَمُبْتَدِعٌ الخ

یعنی جو شخص مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے۔

"مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر" مطبوعہ قسطنطنیہ، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع

یعنی رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بدمذہب ہے۔

(9) مولانا امجد علی خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "بہارِ شریعت" [2] حصہ اوّل میں فرماتے ہیں کہ بعد انبیاء ومرسلین تمام مخلوقاتِ الٰہی جن وانس وملک افضل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتائے وہ گمراہ بدمذہب ہے۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

جولائی، 1995ء، سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ لاوڈ اسپیکر پر اقتداء عندالشرع درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے اگر اجتماع کثیر ہو تو اقتداء کی جاسکتی ہے۔ زید کا قول مبنی برصواب ہے یا نہیں؟

[1] ردالرفضہ، صفحہ ۳، ۲، مطبوعہ جمعیت اشاعتِ اہلسنّت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

[2] الفقہ الاکبر مع شرحہ لملاعلی القاری صفحہ ۲۳۔۲۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی

(محمد یوسف القادری الرضوی)

جـــواب: لاؤڈ اسپیکر کے متعلق اکابرینِ محققین اہلسنّت و جماعت کا فتویٰ یہی ہے کہ اسے کسی بھی نماز میں نہیں لگانا چاہیے۔ اب چاہے اجتماع کثیر ہو یا قلیل کیوں کہ یہ تلقن من الخارج ہے (یعنی غیر شئے نماز میں داخل ہوتی ہے) اور غیر شئے نماز میں داخل ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ یہ منشاءِ الٰہی کے بھی خلاف ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا

(پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰)

ترجمہ: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

اس کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی (متوفی 1391ھ) فرماتے ہیں لہٰذا لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانی (پڑھنی) منع ہے کیوں کہ اس میں ضرورت سے زیادہ اُونچی آواز نکلتی ہے جو کہ نماز میں ممنوع ہے۔ [۱]

البتہ نماز میں اگر تکبیرات انتقالیہ خود امام سے سُن رہے ہیں تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ ایسی صورت میں علیحدہ نماز پڑھیں جو نماز علیحدہ پڑھیں گے وہی قبول ہوگی اور بس، یہی ہمارے اکابر علماءِ اہلسنّت کا متفقہ فتویٰ ہے۔ [۲]

مذکورہ کتب میں قرآن و احادیث اور اکابر علماء اہلسنّت سے مسئلہ کو مبرہن اور مدلل فرمایا گیا ہے اور جملہ اعتراضات کے نہایت فاضلانہ ومحققانہ جوابات دیئے گئے ہیں مگر باوجود اس کے کچھ حضرات جواز کے قائل ہیں اور قائلین جواز اپنی بات منوانے کے لئے اہلسنّت و جماعت کے مقتدر مفتیانِ عظام کے نام پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نام حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب مدظلہ العالی کا ہے تو گذارش ہے کہ ۱۶ رجب المرجب، ۱۴۲۵ھ مطابق ۲ ستمبر، ۲۰۰۴ء، بروز جمعرات کو ''بریلی شریف انڈیا'' میں ایک فقہی سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی سرپرستی ''حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری'' ''متعنا اللہ بطول حیاتہ'' اور ''حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین مارہرہ

[۱] بہارِ شریعت، جلد اوّل، صفحہ ۳۸، باب امامت کا بیان، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
نور العرفان، حاشیہ آیت مذکورہ، صفحہ ۴۶۷، مطبوعہ: پیر بھائی کمپنی، لاہور۔
قول فیصل، مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔

[۲] القول الازھرفی الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر، علامہ حشمت علی رضوی لکھنوی، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔
صیانۃ الصلات عن حیل البدعات، مفتی برہان الحق جبل پوری، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔
لاؤڈ اسپیکر پر نماز؟ مع تحقیقات اکابر اہلسنّت، علامہ حسن علی رضوی مدظلہ، مطبوعہ: مسلم کتابوی، لاہور۔
القول المقبول فی عظمۃ قول اللہ والرسول، مفتی محمد صاحبداد خان، مطبوعہ: مسلم کتابوی، لاہور۔
قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز، سید آل رسول حسنین میاں برکاتی، مطبوعہ: برکاتی پبلشرز، کراچی۔
نماز اور لاؤڈ اسپیکر، مفتی محمد محبوب رضا خان قادری بریلوی، مطبوعہ: برکاتی پبلشرز، کراچی۔

مطہرہ'' نے فرمائی۔ یہ فقہی سیمینار چار عنوان (نماز میں لاوڈ اسپیکر کا استعمال، اجارہ تراویح، سفر میں جمع بین الصلاتین، طلاقِ مغلظہ) پر مشتمل تھا۔

مذکورہ عناوین پر طویل غور وفکر اور بحث وتحقیق کے بعد ''شرعی کونسل'' کے فیصل بورڈ نے باتفاق رائے تین عنوان پر شرعی فیصلہ صادر فرمایا اور سفر میں جمع بین الصلاتین پر مزید غور وفکر کے لئے اگلے سیمینار تک ملتوی کر دیا۔

شرکاء و مدوبین سیمینار کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

صدارت : حضرت صدر العلماء علامہ محمد تحسین رضا صاحب شیخ الحدیث جامعہ نوریہ بریلی شریف۔

نظامت: حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب مضطر، جامعہ حضرت بلال بنگلور

شرکاء مندوبین :

☆ حضرت علامہ ضیاء المصطفی اعظمی صاحب، بانی جامعہ امجدیہ، گھوسی
☆ حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب، جامعہ حبیبیہ، الہ آباد
☆ حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی، بریلی شریف
☆ حضرت علامہ خواجہ محمد مظفر حسین شاہ صاحب، (چرہ) فیصل آباد
☆ حضرت مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی، جامعہ نعیمیہ، مراد آباد
☆ حضرت مفتی محمد شبیر حسن صاحب رضوی، بائسی پورینہ، بہار
☆ حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب رضوی، دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی
☆ حضرت مفتی قدرت اللہ صاحب رضوی، تنویر الاسلام، امرڈوبھا
☆ حضرت مفتی محمد ابرار صاحب امجدی، ارشد العلوم، اوجھا گنج
☆ حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ حضرت مفتی محمد معراج القادری صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ حضرت مفتی جمال مصطفیٰ صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ حضرت مفتی محمد نفیس عالم صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ حضرت مفتی قاضی فضل احمد صاحب، ضیاء العلوم، بنارس
☆ حضرت مفتی رحمۃ اللہ صاحب، ضیاء العلوم، بھدوہی
☆ حضرت مفتی آل مصطفیٰ صاحب، جامعہ امجدیہ، گھوسی
☆ حضرت مفتی ابوالحسن صاحب، جامعہ امجدیہ، گھوسی

☆ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد حبیب رضا صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

☆ حضرت محمد یونس رضا صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی نشتر فاروقی صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد شعیب رضا صاحب، اسلامی مرکز، دہلی

☆ حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد حنیف رضوی صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رضوی صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد صغیر اختر صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن نظامی صاحب، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد جمیل احمد صاحب، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی محمد بہار المصطفیٰ صاحب، منظر الاسلام، بریلی شریف

☆ حضرت مولانا محمد علی جناح حبیبی صاحب، اڑیسہ

☆ حضرت مولانا محمد عبدالوحید رضوی صاحب، بریلی شریف۔

☆ حضرت مولانا محمد مبشر رضا صاحب، بہار شریف

☆ حضرت مولانا محمد شکیل احمد صاحب، بریلی شریف

اس سیمینار میں ''مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب'' نے بھی اپنا مقالہ پیش فرمایا اور ''شرعی کونسل'' کے فیصل بورڈ کے فیصلہ سے اتفاق فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب'' کے حوالہ سے اگر پہلے کوئی فتویٰ یا تصدیق موجود ہو تو اب اُسے آپ کی رائے قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ موقف، کیوں کہ آپ کا موقف وہی ہے جو متفقہ طور پر اس فقہی سیمینار میں شریک علماء و مشائخ کا موقف ہے نیز ان فیصلوں پر جملہ مندوبین کے دستخط بھی ہیں۔

چنانچہ لاوڈ اسپیکر کے متعلق جو متفقہ فیصلہ سیمینار میں صادر ہوا، وہ ذیل ہے۔

(1) لاوڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی عین آواز نہیں ہے۔اس لئے محض لاوڈ اسپیکر سے مسموع (سُنی گئی) آواز پر اقتداء ہم احناف اہلسنّت و جماعت کے نزدیک مبنی برصواب نہیں ہے۔بالفرض یہ آواز ماہیت کے اعتبار سے متکلم کی آواز بھی ہو تو بھی حکماً یہ اصل آواز نہیں لہٰذا اب بھی محض اس آواز پر اقتداء درست نہیں ہوگی۔

(2) جہاں کہیں نماز میں لاوڈ اسپیکر کے استعمال پر لوگ جبر کریں وہاں مکبر ین کا بھی انتظام کیا جائے اور مقتدیوں کو مسئلہ کی صورت سے آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کی جائے کہ وہ لاوڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء نہ کر کے مکبر ین کی آواز پر اقتداء کریں۔

(3) اسی طرح مکبر ین کو بھی ہدایت کی جائے کہ وہ بھی لاوڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء نہ کریں۔

(4) کہیں مکبر مقرر کرنے کی بھی صورت نہ بنے تو امام مسئلہ بتادے وہ اس بناء پر امامت سے مستعفی نہ ہو۔

نــــــوٹ: مذکورہ کتب میں قرآن واحادیث اور اکابر علماء اہلسنّت سے مسئلہ کو مبرہن اور مدلل فرمایا گیا ہے اور جملہ اعتراضات کے نہایت فاضلانہ ومحققانہ جوابات دیئے گئے ہیں مگر باوجود اس کے کچھ حضرات جواز کے قائل ہیں اور قائلین جواز اپنی بات منوانے کے لئے اہلسنّت وجماعت کے مقتدر مفتیانِ عظام کے نام پیش کرتے ہیں۔ان میں سے ایک نام حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب مدظلہ العالی کا ہے تو گذارش ہے کہ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۲ ستمبر ۲۰۰۴ء، بروز جمعرات کو ''بریلی شریف انڈیا'' میں ایک فقہی سیمینار منعقد ہوا۔جس کی سرپرستی ''حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری'' ''متعنا الله بطول حیاته'' اور ''حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ'' نے فرمائی۔یہ فقہی سیمینار چار عنوان (نماز میں لاوڈ اسپیکر کا استعمال، اجارہ تراویح، سفر میں جمع بین الصلا تین، طلاقِ مغلظہ) پر مشتمل تھا۔

فقط عندی هذا لجواب والله تعالیٰ ورسولهٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

فروری، 2001ء سیرانی مسجد، بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰۃ و السلام علیك یارسول الله

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ کتابوں کے اسماء کے ساتھ درودوسلام کا لکھنا کیسا ہے؟ جیسا کہ اکثر کتابوں کے اسماء کے ساتھ درودوسلام لکھا ہوتا ہے مثلاً مقامِ رسول ﷺ اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ معراج النبی ﷺ وغیرہ ہم۔لہٰذا تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما کرعنداللہ ماجور ہوں؟

(محمدامین فضلوی چشتی۔خانیوال)

جواب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

امابعد! بہت سے ایسے اُمور ہوتے ہیں جو ہمہ گیر بن جاتے ہیں اور لاشعوری کی وجہ سے عادت بن جاتے ہیں منجملہ ان کے کتابوں اور رسالوں کے نام رکھنا ہے کہ کسی کتاب یا رسالہ کے نام میں حضور ﷺ کا اسمِ گرامی ہے تو اس کتاب ورسالہ والے اسمِ رسول ﷺ کے بعد ﷺ[1] لکھ دیتے ہیں۔مثلاً کسی کتاب یا رسالہ کا نام " میلاد النبی "،"نمازِ رسول "،"حب النبی "،"خاتم النبیین " وغیرہ ان اسماء میں ﷺ[1] اور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور بعض جہلاء تو (صلعم،صہ،ع) وغیرہ لکھ دیتے ہیں یہ مبنی برخطاہے اس سے احتراز چاہیے۔بعض تو اتنی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اُلٹا نہ لکھنے والے کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔فقیر کا ایک رسالہ ہے "علم یعقوب"اس پر انتباہاً ایک صاحب نے فقیر کو زور آور خط لکھا کہ آپ کے مکتبہ اُویسیہ کے کارکنوں کو بارہا کہا ہے کہ علم یعقوب میں،یعقوب (علیہ السلام) کیوں نہیں لکھا جارہا ہے؟ جب کہ یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں۔فقیر نے جواب بھجوایا کہ اس وقت یہ رسالہ کا نام ہے یعقوب علیہ السلام کی ذات مرادنہیں،**واللہ اعلم**،وہ اس سے مطمئن ہوئے یا نہیں۔لیکن بعد کو ان کا کوئی خط نہیں آیا۔بعض تو ایسے واقع ہوئے ہیں کہ اس مسئلہ پر انتباہ کے بعد لڑائی جھگڑا پر تُل جاتے ہیں اور اپنے طورزوردار باتوں سے ہمیں شکست دینے کی فکر میں رہتے ہیں اور اپنے حلقہ احباب میں اُلٹا ہمیں بے ادب

[1] امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام (متوفی 681ھ) لکھتے ہیں بعض حفّاظِ حدیث نے فرمایا رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اور نہ ہی ضعیف سند سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ ہی کسی صحابی اور نہ ہی کسی تابعی سے منقول ہے بلکہ منقول تو یہ ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے "اللہ اکبر" اور یہ (یعنی زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔
فتح القدیر،المجلد ۱،کتاب الصلاۃ،باب شروط الصلاۃ الخ،تحت قولہ اما الذکر باللسان الخ،صفحہ ۲۷۳،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ،۱۹۹۵ء۔

گردانتے ہیں کہ یہ بے ادب ہے کہ حضور ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام پر ''صلوٰۃ والسلام'' لکھنا گوارہ نہیں کرتے ۔

(لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اصل موقف:کوئی کلمہ جب کسی نام یا اُس کا جز بن جائے تو وہ کلمہ اپنے معنی میں مراد نہ ہوگا بلکہ مسمّی (اُس نام والا شخص) مراد ہوگا اگر چہ وہ اسم ،مسمّی کے عین مطابق ہو مثلاً کسی کا نام عبداللہ ہے تو واقعی مسمّی عبد ہے اپنے رب کا اب اس اسم عبداللہ کے بعد جل جلالہ لکھنا جہالت ہے ۔یوں ہی ایک شخص رسول اکرم ﷺ کا سچا غلام ہے اُس کا نام غلام رسول ہے اب یہاں غلام رسول میں ؐ[1] لکھنا بے وقوفی ہے ۔یوں ہی سمجھ لیں ،فیض احمد ،فیض محمد ،فیض رسول ،منظور احمد ،مسعود احمد ،سعید احمد ،نذیر احمد ،بشیر احمد ۔ان اسماء کے بعد اب کتاب کے نام دہرایئے ۔خاتم النبیین ﷺ ،مقامِ رسول ﷺ ،عظمتِ رسول ﷺ ،اختیارِ رسول ﷺ ،میلادِ رسول ﷺ ،معراج النبی ﷺ ،حمایت النبی ﷺ ،نظامِ مصطفیٰ ﷺ ،شان رسول ﷺ ،عظمتِ نام مصطفیٰ ﷺ ،صلوٰۃ الرسول ﷺ ۔اس طرح کے اسماء کتب و رسائل پر ؐ[1] لکھنا ،پڑھنا جہالت ہے اگر اب سے پہلے یہ سب لاشعوری میں ہوا تو لاباس بہ آئندہ احتیاط کریں ۔

فقط عندی ھذا لجواب واللہ تعالیٰ ورسولہٖ الاعلی اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ)

فروری، 2001ء ،سیرانی مسجد ،بہاول پور پاکستان

[1] امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام (متوفی 681ھ) لکھتے ہیں بعض حفّاظِ حدیث نے فرمایا رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اور نہ ہی ضعیف سند سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ ہی کسی صحابی اور نہ ہی کسی تابعی سے منقول ہے بلکہ منقول تو یہ ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے ''اللہ اکبر'' اور یہ (یعنی زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔

فتح القدیر ،المجلد ۱، کتاب الصلاۃ ،باب شروط الصلاۃ الخ ،تحت قولہ اما الذکر باللسان الخ ،صفحہ ۲۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ ،۱۹۹۵ء۔